ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

25

9 تا 15 رجب المرجب 1431ھ / 22 تا 28 جون 2010ء

اس شمارے میں

روشن منزلوں کا حصول؟

فریڈم فلوٹیلا پر اسرائیل کا وحشیانہ حملہ

داعیٔ قرآن ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی یادیں اور باتیں

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا خواب: خلافت کا قیام جہدِ مسلسل کی ضرورت کے موضوع پر منعقدہ سیمینار کی روداد

کراچی میں ٹارگٹ کلنگ

طالبان کے خلاف آپریشن غلط ہو رہا ہے جنرل (ر) مرزا اسلم بیگ کا اظہارِ خیال

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

خلافت کے قیام سے کیا تبدیلی آئے گی؟

پاکستان کی اساس

ہندوستان کی تقسیم دو قومی نظریے کی بنیاد پر عمل میں آئی تھی اور پاکستان مسلم قومیت کی اساس اور اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا۔ چنانچہ مفکر و مصور پاکستان علامہ اقبال نے بھی اپنے خطبۂ الٰہ آباد میں برعظیم ہند و پاک کے شمال مغربی علاقے پر مشتمل ایک علیحدہ مملکت کے قیام کی تجویز مسلمانوں کے جداگانہ قومی تشخص کی بنیاد پر اور ہندو مسلم تنازعے کے مؤثر حل کے طور پر اور اس مقصد کے تحت پیش کی تھی کہ مسلمانانِ ہند کو ایک موقع میسر آ جائے کہ وہ اسلام کے نظام عدل اجتماعی (Social Justice) پر جو پردے دورِ ملوکیت میں پڑ گئے تھے انہیں ہٹا کر سیاسی، معاشی اور معاشرتی عدل و انصاف کے اس نظام کو دوبارہ قائم کر سکیں جو نبی اکرم ﷺ کی "رحمت للعالمینی" کا اصل مظہر ہے، تاکہ پوری نوع انسانی کے لیے ہدایت اور سلامتی کا ایک روشن مینار وجود میں آ سکے — اور اسی طرح بانی و معمار پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے بھی فرمایا تھا کہ ہمیں پاکستان اس لیے مطلوب ہے کہ عہد حاضر میں اسلام کے اصولِ حریت و اخوت و مساوات کا ایک عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر سکیں۔

پاکستان میں
نظامِ خلافت
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سورۃ الانفال

(آیات:74-75)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

’’اور جولوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور اللہ کی راہ میں لڑائیاں کرتے رہے۔اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور اُن کی مدد کی یہی لوگ سچے مسلمان ہیں۔ان کے لئے (اللہ کے ہاں) بخشش اور عزت کی روزی ہے۔اور جولوگ بعد میں ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور تمہارے ساتھ ہوکر جہاد کرتے رہے، وہ بھی تم ہی میں سے ہیں۔اور رشتہ دار اللہ کے حکم کی رو سے ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں۔کچھ شک نہیں کہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔‘‘

یہاں سچے اہل ایمان کے بارے میں فرمایا کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ بھی جنہوں نے اُن کو پناہ دی انہیں accomodate کیا اور اُن کی نصرت کی، وہی پکے مومن ہیں۔اُن کے لیے مغفرت اور رزق کریم ہے۔مومن کی تعریف دو حصوں میں آئی ہے، یہ بات اچھی طرح سمجھنے کی ہے۔اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے یعنی کلمہ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، لیکن حقیقی مومن ہونے کے لیے ان میں دو چیزوں کا اضافہ ہوگا۔ایک یہ کہ شہادت صرف زبانی نہ ہو بلکہ یقین قلبی کے ساتھ ہو اور دوسرے جہاد۔اس طرح یہ سات شرطیں پوری ہوں گی تو ایک شخص بندۂ مومن کہلائے گا۔چنانچہ سورۃ الحجرات کی آیات 14، 15 میں فرمایا (ترجمہ)’’یہ بدو کہہ رہے ہیں ہم ایمان لے آئے۔(اے نبیؐ)، ان سے کہہ دیجیے، تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم مسلمان ہوگئے ہیں اور ایمان ابھی تک تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔اگر تم اللہ اور اُس کے رسول کی فرماں برداری کرو گے تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ کم نہیں کرے گا۔بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔مومن تو وہ ہیں جو ایمان لائیں اللہ پر اور اُس کے رسول پر، پھر شک میں نہ رہیں (بلکہ یقین ہو جائے) اور وہ اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کریں۔صرف ایسے ہی لوگ (اپنے دعویٰ ایمان میں) سچے ہیں‘‘۔اگر دل میں یقین پیدا ہو جائے تو دل کی دنیا ہی بدل جاتی ہے۔سچے اہل ایمان کی کیفیت وہ ہوتی ہے جو اس سورت کی ابتدا میں آئی ہے۔فرمایا:’’مومن تو وہ ہیں کہ جب اُن کے سامنے اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل لرز اُٹھتے ہیں اور جب اُن کو اُس کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور اُن کا کل کا کل بھروسا اللہ کی ذات پر ہوتا ہے اور وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو مال ہم نے اُن کو دیا ہے، اُس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں‘‘۔(الانفال:2، 3) یاد رہے، یہ مومن کی شخصیت کا ایک رُخ ہے۔مومن کی شخصیت کا دوسرا رُخ یہاں آرہا ہے۔یعنی’’وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے انہیں جگہ دی اور اُن کی مدد کی، تو یہی سچے مومن ہیں‘‘۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شخصیتوں میں یہ دونوں رُخ موجود تھے۔دورِ زوال آیا تو دین کے حصے بخرے ہوگئے۔کچھ حلقے ذکر کے ہوگئے، انہیں جہاد و قتال وغیرہ سے غرض نہ رہی۔کچھ جہادی تحریکیں ہوگئیں، جن کا سارا زور جہاد ہی پر ہوگیا۔جب تک یہ تقسیم موجود رہے گی، متوازن شخصیت وجود میں نہیں آسکے گی۔شخصیت کے ان دونوں پہلوؤں کو یکساں اہمیت ملنی چاہیے۔اسی طور سے ایک سچے مومن کی شخصیت وجود میں آتی ہے۔ایسے ہی لوگوں کے لیے بخشش بھی ہے اور رزق کریم بھی۔اللّٰھم اجعلنا منھم آمین یارب العالمین

اور جولوگ بعد میں ایمان لائے یا لائیں گے اور ہجرت کریں گے اور تمہارے ساتھ ہوکر جہاد کریں تو اے مسلمانو، وہ تم ہی میں سے ہیں۔وہ تمہاری جماعت ہی کا حصہ ہیں۔البتہ اللہ تعالیٰ کے قانون کا لحاظ رکھنا ہوگا۔جیسے وراثت کا معاملہ ہے کہ اُس کا تعلق اولوالارحام سے ہے۔تو جو رشتہ دار ہیں وہ آپس میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔یعنی انصار اور مہاجر کا بھائی چارہ یا کوئی دوسرا تعلق یا دوستی تقسیم وراثت کی بنیاد نہیں بن سکتی۔وراثت کی تقسیم صرف رحمی رشتہ داروں یا جو قانون وراثت میں بتادیئے گئے ہیں، اُن تک محدود رہے گی۔شریعت کے قانون میں بہرحال رحمی رشتے مقدم ہیں۔یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

فرمان نبویؐ

نماز میں قرآن مجید پڑھنے کی فضیلت

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اِذَا رَجَعَ اِلٰى اَهْلِهٖ اَنْ يَّجِدَ فِيْهِ ثَلَاثَ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ فَثَلَاثُ اٰيَاتٍ يَقْرَأُ بِهِنَّ اَحَدُكُمْ فِيْ صَلَاتِهٖ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ ثَلَاثِ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ)) (رواہ مسلم)

حضرت ابوہریرہ ؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:’’کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ جب گھر واپس آئے تو تین اونٹنیاں حاملہ، بڑی اور موٹی اس کو مل جائیں۔‘‘ہم نے عرض کیا، بے شک (ہم یہ ضرور پسند کرتے ہیں)۔حضورؐ نے فرمایا:’’تین آیتیں جن کو تم میں سے کوئی نماز میں پڑھ لے وہ تین حاملہ بڑی اور موٹی اونٹنیوں سے افضل ہیں۔‘‘

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روشن منزلوں کا حصول؟

ہمارے روشن خیال، ترقی پسند اور سیکولر دانشوروں نے قائداعظم کی 11 راگست 1947ء کی تقریر کو بنیاد بنا کر قائداعظم کو اپنے نام الاٹ کرا لیا تھا۔ لہٰذا اُن کے نظریات سے اختلاف کرنے والا اور دین و مذہب کا ہر نام لیوا بانیٔ پاکستان کا دشمن قرار پاتا ہے۔ علماء کرام کی تحریریں اور خطابات کے بعض حصوں کو سیاق و سباق سے الگ کر کے حوالے دیئے جاتے ہیں، تاکہ ثابت ہو سکے کہ وہ قائداعظم کے بارے میں اچھے خیالات نہیں رکھتے، البتہ خود اُنہیں یہ حق حاصل ہے کہ اگر اُن کی من پسند روشن خیالی اور ترقی پسندی میں قائداعظم کے فرمودات یا طرزِ عمل حائل ہو جائیں تو وہ الفاظ کے ہیر پھیر سے اُنہیں بدترین القابات سے نواز لیں۔ حال ہی میں ترقی پسند اور روشن خیال لکھاری اور قومی اسمبلی کے رُکن ایاز امیر اپنے کالم بعنوان ''روشن منزلوں کا حصول'' میں رقم طراز ہیں ''وہ اسلامی نعرے جنہوں نے تحریک پاکستان میں بہتری پیدا کی، سیاسی مصلحتوں کی وجہ سے قائداعظم کے پاس ان نعروں پر انحصار کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔'' آیئے، آگے بڑھنے سے پہلے مصلحت اور منافقت میں فرق کو سمجھ لیں۔ اگر ہدف میں رتی بھر تبدیلی کئے بغیر حصول ہدف کے لئے اختیار کئے گئے راستہ میں کوئی معمولی رد و بدل کیا جائے تو یہ مصلحت ہے اور گر مصلحت کے نام پر ہدف ہی تبدیل کر دیا جائے تو یہ مصلحت نہیں منافقت ہے۔

قائداعظم نے اپنے درجنوں خطابات میں پاکستان کے لئے اسلامی فلاحی ریاست کے الفاظ استعمال کئے۔ قائداعظم سے پوچھا گیا کہ پاکستان کا آئین کیا ہوگا، فرمایا، پاکستان کا آئین آج سے چودہ سو سال پہلے دنیا کے سامنے آ گیا تھا۔ 25 رجنوری 1948ء کو کراچی بار سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم نے دوٹوک انداز میں فرمایا ''اسلامی اصول آج بھی ہماری زندگی کے لئے اسی طرح قابل عمل ہیں جس طرح تیرہ سو سال پہلے قابل عمل تھے۔ وہ یہ نہیں سمجھ سکے کہ لوگوں کا ایک گروہ جان بوجھ کر فتنہ اندازی سے یہ بات کیوں پھیلانا چاہتا ہے کہ پاکستان کا آئین شریعت کی بنیاد پر مدوّن نہیں کیا جائے گا۔'' ہم یقین سے یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ قائداعظم نے اپنی اس تقریر میں اُن لوگوں کو ہدفِ تنقید بنایا جو اُن کی 11 راگست 1947ء کی تقریر کو من پسند معنی پہنا کر سیکولرازم کی راہ ہموار کرنا چاہتے تھے۔ محترم ایاز امیر صاحب! اگر آپ کی سیاسی مصلحت سے مراد یہ ہے اور یقیناً یہی ہے کہ قائداعظم کا ہدف سیکولر پاکستان تھا لیکن تحریک میں جان پیدا کرنے کے لئے اُنہوں نے سیکولرازم کے بدترین دشمن اسلام کو بطورِ نعرہ استعمال کیا تو خدارا خود فیصلہ کیجئے کہ یہ سیاسی مصلحت ہے یا منافقتِ عظمیٰ ہے کہ ہدف مشرق سے مغرب کی طرف کوچ کر گیا۔ حیرت کی بات ہے کہ قائداعظم نے کراچی بار میں خطاب کرتے ہوئے محض اسلام کی بات نہیں کی بلکہ آئین پاکستان کی شریعت کی بنیاد پر تدوین کی بات کی ہے۔

ایاز امیر کا اصل دکھ قراردادِ پاکستان کی منظوری ہے۔ لکھتے ہیں ''قراردادِ پاکستان کی منظوری کے بعد پاکستان کو جس راستے پر ڈال دیا گیا تھا، ضیاء جیسی کسی شخصیت کی تلاش ہماری ضرورت بن چکی تھی۔ قدرت نے ضیاء ہم پر مسلط کیا کہ قراردادِ پاکستان کی منظوری کے بعد ہم اسی قابل رہ گئے تھے۔'' اس حوالہ سے ایاز امیر صاحب کی خدمت میں دو گذارشات ہیں: اوّل یہ کہ قراردادِ مقاصد کی منظوری کے بعد اس وقت کے وزیراعظم لیاقت علی خان نے جو قائداعظم کے دستِ راست اور انتہائی معتمد ساتھی تھے کہا ''یہ قرارداد بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے تصورات کے قریب ہے یا اُن کے تصورات کی عکاسی کرتی ہے''۔ اگر آپ کا یہ دعویٰ ہو کہ لیاقت علی خان کو نہیں، آپ کو قائداعظم کا سیاسی ورثہ تسلیم کیا جائے تو ہم کچھ عرض نہیں کر سکتے۔ دوسرا یہ کہ ہمارے حکمران آپ جیسے سیاست دان تھے یا سول اور فوجی بیورو کریسی تھی، جنہوں نے قراردادِ مقاصد کو کاغذ کے ردی ٹکڑے سے

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 19 — 9 تا 15 رجب المرجب 1431ھ — 22 تا 28 جون 2010ء — شمارہ 25

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، **طابع**: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفترِ تنظیمِ اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

زیادہ حیثیت نہیں دی تھی۔ جنرل ضیاء کا اسلام اُن کی کرسی کے گرد گھومتا تھا۔ آپ کے اسلام پسند قائد نواز شریف کے دور میں جسٹس نسیم حسن شاہ نے اس قراردادکی بالادستی کے خلاف تحریری فیصلہ دیا۔ جنرل ضیاء اس کے سوا کچھ نہ کرسکا کہ آئین میں قراردادِ مقاصد کی جگہ بدل دی۔ ایسی بے وقعت اور مردہ پڑی شے نے تنگ نظری، مذہبی منافرت، عدم رواداری اور تشدد کو کیسے جنم دے دیا۔ جنرل ضیاء کی اسلام پسندی کی داستان کبھی فلسطینیوں سے سن لیجئے گا۔ ایاز صاحب، توہین رسالت کا قانون اگر فیشن کے خلاف ہے یا روشن خیالی کے چمن میں تہذیب نو کی کلی کے کھل جانے میں رکاوٹ بنتا ہے یا آپ کا سافٹ امیج ڈیزی کٹر استعمال کرنے والوں کے سامنے متاثر ہوتا ہے تو بات الگ ہے وگرنہ پاکستان میں اقلیتوں کے تحفظ کی یہ قانون بہت بڑی ضمانت ہے اور اگر آپ اس کو اس لئے ختم کرنا چاہتے ہیں کہ خاکہ سازوں کے ساتھ مل کر مسلمان کے بدن سے روحِ محمدؐ کو نکال دیں تو یاد رکھئے یہ ایک انتہائی جذباتی قوم ہے۔ اس کا ردِ عمل انتہائی شدید ہوگا اور نفع ونقصان کا میزان کئے بغیر ہوگا۔ محترم ایاز امیر صاحب، آپ رواداری، تحمل، برداشت اور اختلاف رائے کے اظہار کے حوالہ سے کھلی فضا کے بڑی شدت سے قائل ہیں۔ پاکستان میں قراردادِ مقاصد کی وجہ سے دروازے بند ہوگئے اور راہیں مسدود ہوگئیں۔ آپ یورپ اور امریکہ میں ہولوکاسٹ میں مبالغہ آمیزی کے خلاف تحریر وتقریر کا سلسلہ شروع کریں، منزلیں ہی نہیں چودہ طبق بھی روشن ہوجائیں گے۔ ایاز امیر صاحب، واعظ بن جانا بہت آسان ہے، خصوصاً ایسی حالت میں کہ اپنی ذات کو ایسے پند ونصائح سے کوسوں دور رکھنا ہو۔ آپ رواداری، تحمل اور وسیع النظری کا درس دیتے ہوئے اپنی اس تحریر کو ان اوصاف کا لبادہ نہ اوڑھا سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام علم وعمل اور قول وفعل کی ایسی ہم آہنگی فراہم کرتا ہے کہ اگر ہم قراردادِ مقاصد کے دیئے گئے فریم ورک میں رہتے ہوئے یا صحیح تر الفاظ میں قرآن وسنت کے دائرے میں رہتے ہوئے مملکت خداداد پاکستان جس کا مطلب لا الٰہ الا اللہ بنا کر تحریک میں گرمی پیدا کی گئی تھی، اسلام کا نظام نافذ کردیتے تو آج آپ چین کی نہیں چینی پاکستان کی خوشحالی اور ترقی کی مثال دیتے۔

ایاز صاحب، آپ کی یہ بات درست ہے کہ بھارت نے بھی تعلیم کے شعبہ میں سرمایہ کاری کی اور اس کے ثمرات وہ سمیٹ رہا ہے لیکن ایک بات ہمارے لئے ناقابل فہم ہے کہ بھارت آئینی طور پر اور علی الاعلان ایک سیکولر ملک ہے۔ لیکن قراردادِ مقاصد نے بقول آپ کے جو خرابیاں، بُرائیاں اور مسائل پاکستان میں پیدا کئے، وہ بھارت میں تو کئی سو گناہ زیادہ پائی جاتی ہیں۔ عدم رواداری، عدم برداشت، تنگ نظری، مذہبی منافرت، طبقاتی تفاوت اور لاقانونیت میں بھارت جس حد تک پہنچ چکا ہے، پاکستان کہیں اُس کے آس پاس بھی نہیں بھٹکتا۔ بھارت میں اس وقت (174) ایک سو چوہتر سرکاری طور پر تسلیم شدہ دہشت گرد تنظیمیں ہیں۔ امریکہ اسرائیل، یورپ اور خود بھارت کا میڈیا مل کر وہاں ہونے والی دہشت گردی اور فرقہ وارانہ بنیادوں پر قتل وغارت پر پردے نہ ڈالے تو پاکستان امن وسکون کا گہوارہ سمجھا جائے۔ آپ کو یقیناً معلوم ہوگا کہ بھارت کے کل 640 کے قریب اضلاع میں سے 206 اضلاع میں حکومتی رٹ کا کوئی تصور نہیں۔ ہر بندوق اٹھا کر چلنے والا حاکم سمجھا جاتا ہے۔ آبادی کا ایک کثیر حصہ کیڑے مکوڑوں کی طرح زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ پاکستان میں بُرائیوں اور بیماریوں کی آپ نے نشاندہی کی ہے اُنہیں جواز فراہم کیا جائے، مقصد صرف یہ ہے کہ یہ راہ ہمیں قراردادِ مقاصد نے ہرگز ہرگز نہیں دکھائی، بلکہ یہ قراردادِ مقاصد کو نظر انداز کرنے کا نتیجہ ہے۔ محترم ایاز صاحب، ایک بنگالی اور سرحد کے پٹھان میں کیا چیز مشترک تھی کہ ہزاروں میل کے جغرافیائی بُعد کے باوجود ایک حصہ میں مسلم لیگ کی بنیاد رکھی گئی اور تحریک پاکستان اپنے عروج پر نظر آتی ہے اور دوسرے حصے میں حکومتی اور کانگرسی دباؤ کے باوجود عوام ریفرنڈم کے ذریعے دشمنانِ پاکستان کو رد کردیتے ہیں۔ اُن کی زبان، ثقافت، بود وباش، کاروباری تعلقات اور پڑوس کا تعلق ایک دوسرے کی نسبت ہندوؤں سے کہیں زیادہ تھا۔ لیکن اسلام اُن کے مابین ایک ایسا رشتہ تھا جس نے تمام دوسرے تعلقات کو تج کردیا تھا۔ جب آپ نے ان کے درمیان سے اسلام کا سیمنٹ نکال دیا تو یہ اینٹیں کیسے جڑی رہیں گی۔ ایک حصہ گر کر الگ ہوگیا، باقی چاروں اکائیاں بھی دست وگریبان ہیں۔ سوال یہ ہے کہ سندھی اور پنجابی کے درمیان اگر اسلام رشتہ نہیں ہے تو ان کے اکٹھ کی بنیاد کیا ہے۔ سندھ کی اپنی ایک تاریخ ہے۔ ایک زور دار زبان ہے، ایک پرانی تہذیب ہے، اپنا ایک طرز حیات ہے۔ پنجاب کے ساتھ جڑے رہنے کا آخر کیا جواز ہے۔ خیر سے نیا نام حاصل کرنے والے صوبے خیبر پختون خوا کی زبان، ثقافت اور طرز بود وباش تو افغانیوں سے ملتا ہے۔ ہم پنجابی تو اُن کی زبان کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ یہ زبردستی کی سانجھ کس بات کی! ہاں ہاں، قراردادِ مقاصد کی عملی شکل اور نفاذ ان میں اخوت کا وہ رشتہ قائم کرسکتا ہے کہ تم اور ہم کا فرق مٹ جائے۔ ایاز صاحب، پاکستان ایک اسلامی نظریاتی اسٹیٹ ہے۔ اس حقیقت کا انکار روزِ روشن میں سورج کے انکار کے مترادف ہے۔ آپ کے قائد اعظم کی مسلم لیگ نے نعرہ لگایا تھا ''مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ''۔ بھارت کی بعض ایسی ریاستوں میں مسلمانوں نے پاکستان کے حق میں جدوجہد کی، جن کا پاکستان میں شامل ہونے کا سوچا بھی نہیں جاسکتا تھا۔ آخر یہ سب کچھ کیا تھا، کس بنیاد پر تھا۔ سیکولرازم کی چھتری تلے رہنا تھا تو یہ اکھنڈ بھارت میں بھی دستیاب ہوتی، لاکھوں بلکہ کروڑوں لوگوں کی جان، مال اور عزت کیوں برباد کی گئی۔

علماء پر غیر لچکدار ہونے کا الزام لگتا ہے۔ آپ نے اُن کے یوٹرن کا ذکر الزامی اور طنزیہ انداز میں کیا۔ ایاز صاحب، دنیا میں کوئی بھی گروہ، جماعت، طبقہ ایسا ہے جس کے صد فیصد لوگ صالحین کی فہرست میں آتے ہوں۔ علماء سوء کے موجود ہونے سے انکار نہیں کیا جاسکتا اگرچہ دنیا کبھی علماء حق سے خالی نہیں رہی۔ جن علماء کے یوٹرن کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ سب علماء حق تھے، نقطۂ نظر کا فرق تھا۔ اُن کی رائے تھی کہ تقسیم ہند سے مسلمانوں کی قوت بھی تقسیم ہوجائے گی، متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کی متحدہ قوت ہندو سے زیادہ آسانی سے نمٹ لے گی، یہ ایک رائے تھی۔ آپ کو اور ہمیں اس سے اختلاف ہوسکتا ہے۔ لیکن ان علماء کا کردار ملاحظہ فرمائیں، جب پاکستان معرضِ وجود میں آگیا تو پاکستان مخالف علماء کے قائد حسین احمد مدنیؒ نے فرمایا کہ مسجد جب تک تعمیر نہ ہو، مسلمانوں کو اختلاف کا حق ہے کہ کہاں بنے، کیسے بنے، وغیرہ وغیرہ۔ لیکن جب مسجد تعمیر ہوجائے تو وہ سب مسلمانوں کے لئے یکساں مقدس ہے۔ یہی طرز عمل مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور اُن کی جماعت کا تھا۔

ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ قائد اعظم تھیوکریسی کے حق میں نہیں تھے، البتہ وہ پاکستان کو ایک اسلامی فلاحی جمہوری ریاست بنانا چاہتے تھے۔ جس کے لئے پاکستان کی پہلی آئین ساز اسمبلی نے قراردادِ مقاصد کی صورت میں بہترین بنیاد فراہم کردی تھی اور تمام مسالک کے 31 جید علماء نے متفقہ طور پر 22 نکات مرتب کرکے اس بے تکے سوال کا منہ توڑ جواب دے دیا تھا کہ کس کا اسلام لائیں۔ ایاز صاحب، قلم اُٹھا کر دانشوری بگھارنے سے کس کو روکا جاسکتا ہے، لیکن حقائق کا منہ نہیں چڑایا جاسکتا۔ یاد رکھئے، پاکستان جیسے اسلامی نظریاتی ملک میں روشن منزلوں کے حصول کے لئے قراردادِ مقاصد کو عملی شکل دینا ناگزیر ہوگا۔

☆☆☆

فریڈم فلوٹیلا پر اسرائیل کا وحشیانہ حملہ

یہودی شیطنت اور اسلام دشمنی کا تاریخی تسلسل

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یہودی سازشوں کا توڑ محض مظاہروں سے نہیں ہوگا۔ ہمیں اسلامی نظام نافذ کرنا ہوگا۔ اسلامی خلافت کے قیام ہی سے ہمیں وہ قوت حاصل ہوگی جس سے ہم صیہونی سازشوں اور دہشت گردی کا منہ توڑ جواب دے سکیں گے

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیرِ تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 4 جون 2010ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

[سورۃ التوبہ آیات 32، 33، سورۃ الصف آیات 8، 9 اور سورۃ المائدہ آیات 51 اور 82 کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات محترم! امت مسلمہ جس زوال اور پستی سے دوچار ہے، وہ اب اپنی آخری حدوں کو چھو رہی ہے۔ کفار کی جانب سے ہمیں مسلسل اذیت پہنچانے کا عمل جاری ہے۔ ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا واقعہ رونما ہوتا ہے، جس سے مسلمانوں کے دل چھلنی ہوتے ہیں، مگر ہم مظاہروں کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتے۔ تازہ ترین واقعہ غزہ میں محصور 15 لاکھ فلسطینی مسلمانوں کی امداد کے لیے جانے والے فریڈم فلوٹیلا (قافلۂ حریت) پر اسرائیل کا وحشیانہ حملہ ہے۔ یہ درندگی اور بربریت کا بدترین مظاہرہ ہے۔ امدادی قافلہ مظلوم و بے بس فلسطینی مریضوں اور بچوں کے لیے خوراک اور ادویات لے کر جا رہا تھا، کہ اُس پر صیہونی ریاستی دہشت گردوں نے حملہ کر دیا۔ اس وحشت اور درندگی پر پوری اُمت مسلمہ چیخ اُٹھی، مگر حسبِ روایت امریکہ نے اس کی مذمت نہ کی۔ سچی بات یہ ہے کہ اسرائیل امریکہ ہی کے بل بوتے نہ صرف فلسطینیوں کے خلاف دہشت گردی کا ارتکاب کر رہا ہے بلکہ اُس کے ذریعے اُس نے پوری دنیا میں جارحیت اور دہشت گردی کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ صیہونی ناجائز ریاست اسرائیل نے پوری عیسائی دنیا بالخصوص امریکہ کو اپنے شکنجے میں جکڑ رکھا ہے۔ امریکہ اور اسرائیل پر وہ تمثیل پورے طور پر صادق آتی ہے، جو یوحنا کے مکاشفہ میں دنیا کے آخری دور کے بارے میں دی گئی ہے۔ فرمایا: ایک عظیم الجثہ درندہ ہوگا جس کی گردن پر ایک فاحشہ سوار ہوگی، جو اُسے کنٹرول کر رہی ہوگی۔ بہرحال صیہونی درندگی کے شر سے بھی یہ خیر برآمد ہوا ہے کہ امت مسلمہ جو دین سے غداری اور بے وفائی کے سبب ذلت و مسکنت کے عذاب کی لپیٹ میں ہے، اُس نے کچھ انگڑائی لی ہے۔ اس شرمناک واقعہ پر ترکی کی جانب سے نہایت حوصلہ افزا ردعمل سامنے آیا ہے، جو اُس کے تاریخی کردار کی یاد تازہ کرتا ہے۔ ترکی نے صیہونی دہشت گردی کی نہ صرف کھل کر مذمت کی ہے، بلکہ اسرائیل کو خطرناک نتائج اور سفارتی تعلقات کے انقطاع کی دھمکی بھی دی ہے۔ حالانکہ ترکی ہی وہ ملک ہے جو کمالی سیکولر جبریت کے نرغے میں آنے کے سبب اسرائیل کا سب سے بڑا سپورٹر رہا ہے۔ اُس نے نہ صرف اُسے تسلیم کیا، اور اُس سے سفارتی تعلقات قائم کیے، بلکہ اُس کے ساتھ فوجی مشقیں بھی کرتا رہا ہے۔

امدادی قافلے پر اسرائیلی کمانڈوز کا وحشیانہ حملہ انتہائی قابل مذمت ہے جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ اس نے یہود کی انسانیت دشمنی بالخصوص اسلام اور مسلمانوں سے اُن کے بغض کو مزید آشکارا کیا ہے۔ مگر یہود کی تاریخ کے حوالے سے دیکھا جائے تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔ اسرائیل کی موجودہ سفاکیت اور شیطنت کو بھی ہمیں تاریخی تسلسل میں دیکھنا چاہیے۔ تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو روزِ اول سے مسلمانوں کے متعلق یہود کا یہی کردار رہا ہے۔ دورِ نبویؐ پر ایک نگاہ ڈالیے، حقیقت واضح ہو جائے گی۔ مکی دور میں مسلمانوں کو یہود سے سابقہ نہیں پڑا تھا، لیکن ہجرت کے بعد جب وہ مدینہ گئے تو انہیں یہ توقع تھی مدینہ کے یہودی قبائل دعوت اسلام کو قبول کرنے میں دیر نہ کریں گے، اس لیے کہ قرآن مجید میں بنی اسرائیل کا، اُن کے رسولوں اور کتابوں کا تذکرہ موجود ہے۔ اُن کی کتابوں میں نبی الزمان ﷺ کی آمد کی پیشین گوئیاں ہیں، پھر یہ کہ وہ رسولوں کو مانتے ہیں، آخرت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ مگر عملاً جو صورتحال پیش آئی وہ اس کے برعکس تھی۔ یہودی اسلام کے بدترین دشمن ثابت ہوئے۔ قرآن حکیم نے مسلمانوں کی اس توقع کے بارے فرمایا ہے:

﴿اَفَتَطۡمَعُوۡنَ اَنۡ یُّؤۡمِنُوۡا لَکُمۡ وَقَدۡ کَانَ فَرِیۡقٌ مِّنۡہُمۡ یَسۡمَعُوۡنَ کَلٰمَ اللّٰہِ ثُمَّ یُحَرِّفُوۡنَہٗ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا عَقَلُوۡہُ وَہُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۷۵﴾﴾

"(مومنو!) کیا تم امید رکھتے ہو کہ یہ لوگ تمہارے (دین کے) قائل ہو جائیں گے (حالانکہ) ان میں سے کچھ لوگ اللہ کا کلام (یعنی تورات) کو سنتے پھر اس کے سمجھ لینے کے بعد اس کو جان بوجھ کر بدل دیتے رہے ہیں؟"

یہودی نبی کریم ﷺ کو ایسے جانتے تھے، جیسے اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں۔ اس کے باوجود انہوں نے آپؐ کی نبوت کو تسلیم نہیں کیا تو اس کی وجہ اُن کا حسد اور تکبر تھا۔ حسد یہ کہ اڑھائی ہزار سال سے نبوت و رسالت بنی اسرائیل میں چلی آتی تھی۔ اللہ نے یہ اعزاز اُن سے چھین کر بنی اسمٰعیل کو کیوں دے دیا۔ اور تکبر یہ کہ اگر ہم آپؐ کو رسول مان لیں گے تو بنی اسمٰعیل کو ہم پر فضیلت حاصل ہو جائے گی۔ لہٰذا اللہ نے واضح فرما دیا کہ اگرچہ یہ انبیاء کی اولاد ہیں اور انہیں تمام جہان والوں پر فضیلت عطا کی گئی تھی، مگر مسلمانوں کو اُن سے قبولِ حق کی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔ یہ ماضی میں یقیناً اللہ کی نمائندہ امت تھے، لیکن اب یہ اس منصب سے معزول ہو گئے ہیں۔ اِن سے زیادہ اُمیدیں وابستہ کرنے کی بجائے اُن کے موجودہ کردار کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کردار کیا ہے۔ یہود کا مسلمانوں اور اسلام کے معاملے میں کردار روزِ اوّل سے وہی ہے جو کردار آدم علیہ السلام کے حوالے سے ابلیس نے ادا کیا تھا۔ اللہ نے ملائکہ کو کہ جن میں ابلیس بھی شامل ہو گیا تھا، حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ سب نے سجدہ کیا، مگر ابلیس نے انکار کر دیا۔

اس انکار کا سبب اُس کا تکبر تھا۔ اُس نے یہ دلیل پیش کی کہ یا اللہ، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا جبکہ آدمؑ کو مٹی سے، لہٰذا میں اسے سجدہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ وہ راندۂ درگاہ ہوا۔ یہود نے بھی تکبر کے سبب اسلام قبول نہ کیا، اور دعوتِ حق کی بھرپور مخالفت کی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ غرور و تکبر ایسی خطرناک صفت ہے جو انسان کو حق سے دور کر دیتی ہے۔ اُسے اس کا بدترین انجام نظر آتا ہے مگر اس کے باوجود وہ حق سے بغاوت کرتا ہے۔ یہود اپنے حسد و تکبر کے سبب روزِ اوّل سے اسلام سے دشمنی کرتے چلے آ رہے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ شمعِ اسلام کو بجھا دیں۔ قرآن حکیم نے دو مقامات پر یہ بات واضح کی ہے۔

سورۃ التوبہ میں فرمایا:

﴿یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَیَاْبَی اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٣٢﴾ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿٣٣﴾﴾

''یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کئے بغیر رہنے کا نہیں اگرچہ کافروں کو برا ہی لگے۔ وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر ﷺ کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تاکہ اس (دین) کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ کافر ناخوش ہی ہوں۔''

سورۃ الصف میں ارشاد ہوا:

﴿یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨﴾ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿٩﴾﴾

''یہ چاہتے ہیں کہ اللہ (کے چراغ) کی روشنی کو منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں حالانکہ اللہ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہے گا خواہ کافر ناخوش ہی ہوں۔ وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تاکہ اسے اور سب دینوں پر غالب کرے خواہ مشرکوں کو برا ہی لگے۔''

قرآن کا نزول یہودیوں پر بڑا گراں گزرتا تھا کہ یہ رحمت بنی اسمٰعیل کو کیوں مل رہی ہے۔ وہ چاہتے تھے کہ نورِ اسلام کو بجھا دیں۔ اس کے لیے انہوں نے طرح طرح کی سازشیں کیں۔ اُنہوں نے نبی کریم ﷺ پر قاتلانہ حملے کرائے، اسی بنیاد پر اُن کے ایک قبیلے کو مدینہ سے بے دخل کیا گیا تھا۔ اس کے بعد وہ منافقین کو مسلمانوں کے خلاف اُکساتے رہے۔ غزوۂ احزاب میں مسلمانوں کے خلاف مشرکینِ عرب کو اکٹھا کرنے والے یہی بد باطن یہودی تھے۔ لیکن اللہ نے واضح فرما دیا کہ یہ چاہے جتنی سازشیں کر لیں، ان کو منہ کی کھانی پڑے گی۔ یہود کی ریشہ دوانیوں کے باوجود اللہ کا نور مکمل ہو کر رہے گا۔ اللہ نہ صرف نورِ ہدایت مکمل کرے گا، بلکہ اپنے نبیؐ کے ذریعے اس دین کو غلبہ بھی عطا فرمائے گا۔ اسلام کا سورج ضرور چمکے گا، اور اللہ کا دین غالب ہو کر رہے گا کہ یہی نبی کریم ﷺ کو بھیجنے کا مقصد ہے۔ آپؐ کو بھیجا ہی اس لیے گیا کہ کہ تمام ادیانِ باطلہ پر، تمام نظامِ زندگی پر اسلام کو غلبہ عطا فرما دیں۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے دوران جزیرہ نما عرب کی حد تک یہ دین غالب ہو گیا، لیکن آپؐ کی بعثت چونکہ کل نوعِ انسانی کی طرف ہے، لہٰذا اس دین کو کل روئے ارضی پر غالب ہونا ہے، جس کی پیشین گوئیاں احادیث میں آئی ہیں۔ اللہ نے اپنے نبیؐ کو جو دینِ حق عطا کیا، جو نظامِ عدلِ اجتماعی دیا، یہ دنیا اسی سسٹم کی جانب بڑھ رہی ہے۔ ایک وقت آئے گا جب پوری دنیا میں اسلام کا عادلانہ نظام ہوگا۔ یہی واحد ورلڈ آرڈر ہوگا، جو پوری دنیا پر حکمرانی کرے گا۔

اپنے سیاہ ماضی کی طرح آج بھی یہودی اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔ وہ عیسائیوں کو اپنے ایجنٹ اور آلۂ کار کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ آپ دیکھ لیں، دنیا میں جہاں بھی سازشیں ہوتی ہیں، اُس کے پس پردہ شیطانی یہودی ذہن کارفرما ہوتا ہے۔ بلکہ پوری تاریخ ان کے گھناؤنے کردار اور سازشوں کی گواہی دیتی ہے۔ ہمارے ہاں کے ''روشن خیال'' لوگ عام طور پر یہ فقرے چست کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو تو بس ہر سازش کے پیچھے یہودی ہی نظر آتے ہیں، حالانکہ یہ لوگ بڑے بااصول اور مہذب ہیں۔ ہمیں خواہ مخواہ اِن سے نفرت نہیں رکھنی چاہیے، بلکہ بیٹھ کر مکالمہ کرنا چاہیے۔ یہ بات کہتے ہوئے یہ لوگ اس امر کو بھول جاتے ہیں کہ خود قرآن حکیم نے یہودیوں کی اسلام دشمنی کو نمایاں کیا ہے۔ یہودی اسلام کے دشمن ہی نہیں سب سے بڑے دشمن ہیں۔ اور مسلمانوں سے عداوت اور دشمنی میں سب سے زیادہ شدید ہیں۔ قرآن کا فیصلہ ہے:

﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَهُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا ۚ﴾ (المائدہ:82)

''(اے پیغمبرؐ!) تم دیکھو گے کہ مومنوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہودی اور مشرک ہیں۔''

آج یہود اور مشرک ہندوؤں کا گٹھ جوڑ صاف عیاں ہے۔ قرآن حکیم نے ہمیں یہود و نصاریٰ کی دوستی سے سختی سے منع کیا ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (المائدہ:51)

''اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا وہ بھی انہیں میں سے ہوگا۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

جب نبی کریم ﷺ کی بعثت ہوئی، یہود و نصاریٰ کی آپس میں سخت دشمنی چلی آتی تھی، مگر اسلام دشمنی میں وہ ایک دوسرے کے ساتھ تھے۔ لیکن آج تو وہ حقیقتاً یکجان دو قالب ہو چکے ہیں اور باہمی دشمنیاں بھلا چکے ہیں۔ قرآن نے واضح کر دیا ہے کہ مسلمانو! تم ان سے ہرگز دوستی نہ کرنا۔ یہ تمہارے دوست ہو ہی نہیں سکتے۔ یہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، لہٰذا تمہارے خیر خواہ کیونکر ہو سکتے ہیں۔ دوستی کی ممانعت کے ساتھ ساتھ یہ بھی تنبیہہ کر دی گئی کہ اگر تم میں سے کوئی اُن سے دوستی کی پینگیں بڑھائے گا، اُنہیں اپنا سپورٹر سمجھے گا تو وہ خواہ لاکھ امتِ محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام میں ہونے کا دعویٰ کرے، حقیقت میں وہ مسلمانوں میں سے نہیں ہوگا، یہود و نصاریٰ کے گروہ میں ہوگا۔ اللہ کے ہاں اُس کا شمار انہی میں ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں یہود و نصاریٰ سے دوستی کرنے والے ظالم ہیں۔ اور اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا، جو اُن سے دوستی کر کے اللہ کے حکم سے سرتابی کریں۔

امریکہ کے عظیم الجثہ درندہ کی گردن پر صیہونی فاحشہ کچھ اس طور سے سوار ہو گئی ہے کہ اُسے پورے طور پر قابو کر رکھا ہے۔ اب اُس نے اپنی تمام تر قوت صیہونیوں کے شیطانی نظام کے عالمی غلبے اور اسلام کے احیاء کو روکنے کے لیے وقف کر دی ہے۔ 1991ء میں جنگِ خلیج کے موقع پر اُس وقت کے امریکی صدر بش نے نیو ورلڈ آرڈر، جو حقیقت میں جیو ورلڈ آرڈر ہے کا نعرہ لگایا تھا۔ یعنی اب پوری دنیا میں ہمارا نظام چلے گا۔ روس کی شکست کے بعد ہم زمین پر واحد عالمی طاقت ہیں، لہٰذا ہم کہیں بھی کوئی اور نظام نہیں چلنے دیں گے۔ ہمارا ہی سماجی نظام اور بے حیا تہذیب ہر جگہ نافذ ہوگی۔ ہم اسلامی شریعت کو کہیں بھی نافذ ہونے اور سر اُٹھانے نہیں دیں گے۔ اسی طرح بش جونیئر نے اپنے دورِ صدارت

میں کہا تھا کہ القاعدہ والے انڈونیشیا سے مراکش تک خلافت قائم کرنا چاہتے ہیں۔

یہود ونصاریٰ یہ جانتے ہیں کہ اللہ کا نظام اسلام ہی ہے۔ یہ زمین اللہ کی ہے، اس پر اللہ کا نظام قائم ہونا چاہیے۔ مگر عالم کفر بالخصوص نصاریٰ یہودیوں کے شکنجے میں ہیں، اور شیطان کے ایجنٹوں کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ ان شیطانی ایجنٹوں کی قیادت یہود کے ہاتھوں میں ہے۔ اور ان کی پوری کوشش ہے کہ دنیا میں کہیں بھی اسلام کو غالب نہ ہونے دیا جائے۔ کیونکہ اسلام کا عادلانہ نظام قائم ہو جانے سے اُن کے دجالی شیطانی نظام کے لیے کوئی جگہ نہیں رہے گی۔ علامہ اقبال کی نظم ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' میں ابلیس اپنے سیاسی مشیروں سے کہتا ہے۔

عصر حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبر کہیں

لیکن یہ غلبہ تو انسانیت کا مقدر ہے۔ یہ نبی کریم ﷺ کی بعثت کا تقاضا ہے، جو بہرصورت پورا ہو کر رہنا ہے۔ یہود نے کل بھی سازشیں کی تھیں مگر اسلام کو غلبہ عطا ہوا تھا، اور آج بھی حق و باطل کی کشمکش جاری ہے جو بالآخر حق کی فتح اور اسلام کے غلبے پر منتج ہوگی۔ اگرچہ آج مسلمانوں کو اُن کی دین سے بے وفائی اور غداری کی سزا مل رہی ہے، لیکن وہ مسلمان جو اللہ کے سچے وفادار ہیں، جو ابلیسی قوتوں کے مقابلے میں کسی صورت بھی جھکنے کو تیار نہیں، اللہ اُن کو ضرور مدد دے گا۔ اس وقت مسلمانوں پر جو ظلم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں ہو سکتا ہے کہ اس سے مسلمان جاگ جائیں۔ ورنہ اس وقت تو ہم بالکل مدہوش، اپنی دینی ذمہ داریوں سے یکسر غافل، دنیا پرستی میں مگن ہیں۔ ہمارا حال وہی ہے جو اقبال کے اس شعر میں بیان کیا گیا ہے۔

جانتا ہوں میں یہ اُمت حاملِ قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں

اس وقت ہم اپنے بچوں کو بھی دنیا پرستی کا سبق دے رہے ہیں۔ اسلام ہماری ترجیح ہے ہی نہیں۔ مغرب کی تہذیبی اقدار کو سوسائٹی اور گھروں میں پروان چڑھایا جا رہا ہے۔ بچوں کی تعلیم و تربیت بھی مغربی انداز سے ہو رہی ہے۔ دینی تعلیم کی طرف ہماری کوئی دھیان ہی نہیں۔ زیادہ سے زیادہ ناظرہ قرآن پڑھا لیتے ہیں۔ تعلیم کے لیے بچوں کو ایسے سکولوں میں بھیجا جاتا ہے جن سے فارغ ہو کر وہ امریکہ اور یورپ میں جا کر تعلیم حاصل کر سکیں۔ ہماری اس دنیا پرستی کے سبب ہمیں بار بار کچھ کے لگ رہے ہیں۔ شاید کہ ہم بیدار ہو جائیں اور اللہ کی جانب رجوع کر لیں۔ اگر ایسا ہو جائے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے شامل حال ہو جائے گی۔ جن لوگوں نے اللہ سے وفاداری کی اور تمام تر مسائل و مصائب اور سختیوں کے باوجود طاغوت کے آگے نہیں جھکے، اللہ کی مدد آج بھی اُن کے ساتھ ہے۔ اس کی سب سے نمایاں مثال طالبانِ افغانستان ہیں۔ جنہوں نے اللہ کا نظام اپنے ہاں نافذ کیا، اور اس ''جرم'' کی پاداش میں جب دشمن نے اُن پر یلغار کی تو انہوں نے ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا، چنانچہ نو سال سے جنگ جاری ہے، مگر انہوں نے گھٹنے نہیں ٹیکے۔ آج دشمن خود یہ تسلیم کر رہا ہے کہ طالبان کو شکست نہیں دی جا سکتی۔ دوسری جانب ہم اہل پاکستان اپنا جائزہ لیں، ہم دفاعی ٹیکنالوجی، ہر قسم کے اسلحہ اور ایٹمی قوت ہونے کے باوجود امریکہ کے سامنے کھڑے نہ ہو سکے۔ نائن الیون کے بعد امریکہ کے حکم پر اُس کے آگے سجدہ ریز ہونے کا فیصلہ کیا اور طالبان کی اسلامی امارت کے خاتمے اور افغانستان پر امریکی یلغار میں امریکہ کے اتحادی بنے۔ لیکن ایمانی حقائق سے متصادم اس بزدلانہ پالیسی کے نتیجے میں ہمارے حصے میں سوائے ذلت و رسوائی کے اور کچھ نہ آیا۔ ہم نے بظاہر اپنے آپ کو ''بچانے'' کے لیے یہ سب کچھ کیا تھا، لیکن ہمارے حالات سے یہ صاف عیاں ہے کہ ہم اپنا تورا بورا بنا بیٹھے۔ طالبان جو اللہ کے سہارے کھڑے ہوئے تھے، آج بھی کھڑے ہیں۔ انہیں امریکہ جھکا نہیں سکا۔ ہم جو جھک گئے تھے اور بھی جھکتے ہی چلے جا رہے ہیں، اور ذلت و رسوائی کا یہ عمل کہیں رکنے کا نام نہیں لیتا۔ بہرحال ماضی کی طرح یہود کی بھڑکائی ہوئی جنگ اب بھی جاری ہے۔ حق و باطل کا آخری معرکہ گرم ہے۔ اس معرکہ کا اختتام صرف اور صرف اسلام کے غلبے پر ہوگا۔ (ان شاء اللہ) اور وہ دورِ سعید آ کر رہے گا جس کی پیشین گوئی آپؐ نے اپنے اس فرمان میں دی ہے کہ

عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ ؓ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَا يَبْقٰى عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ بَيْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ كَلِمَةَ الْاِسْلَامِ بِعِزِّ عَزِيْزٍ وَذُلِّ ذَلِيْلٍ ــــــ اِمَّا يُعِزُّهُمُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فَيَجْعَلُهُمْ مِنْ اَهْلِهَا اَوْ يُذِلُّهُمْ فَيَدِيْنُوْنَ لَهَا))
ــــــ قُلْتُ: "فَيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ"

[رواہ احمد فی "المسند" بسند طریق]

حضرت مقداد بن الاسود ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''زمین میں نہ کوئی اینٹ گارے کا بنا ہوا گھر باقی رہے گا نہ کمبلوں کا بنا ہوا خیمہ جس میں اللہ اسلام کو داخل نہیں کر دے گا، خواہ عزت والے کے اعزاز کے ساتھ خواہ کسی مغلوب کی مغلوبیت کی صورت میں۔ (یعنی) یا لوگ اسلام قبول کر کے خود بھی عزت کے مستحق بن جائیں گے یا اسلام کی بالادستی تسلیم کر کے اس کی فرماں برداری قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔'' میں (راوی) نے کہا: تب تو سارے کا سارا دین اللہ کے لیے ہو جائے گا۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پوری دنیا اسلام لے آئے گی، بلکہ اللہ کی زمین پر نظام سو فی صد اللہ ہی کا ہوگا۔ پوری زمین پر اللہ کے دین کا پرچم لہرائے گا۔ جبراً کسی کو بھی مسلمان نہیں بنایا جائے گا، لوگ اپنے مذہب پر قائم رہ سکیں گے، مگر انہیں چھوٹے بن کر رہنا ہوگا، انہیں جزیہ دینا ہوگا۔

اسلام کے عالمی غلبے تک یہود و نصاریٰ سازشیں کرتے رہیں گے۔ اُن کی سازشوں کا توڑ محض مظاہروں سے نہیں ہوگا۔ اگرچہ یہ کام بھی ہمیں کرنا ہے، کہ یہ تو کم از کم تقاضا ہے۔ تاہم اعدائے اسلام کی سازشوں کا اصل توڑ اُس وقت ہوگا جب اللہ کی دھرتی پر اللہ کا دین قائم ہو جائے گا۔ افغانستان میں شرعی نظام قائم ہوا تھا، مگر اُس کا خاتمہ کر دیا گیا۔ اب جو جہاد ہو رہا ہے وہ امارت اسلامی کی بحالی کے لیے ہو رہا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اُس کی بھرپور تائید کریں۔ لیکن ہم اہل پاکستان کے لیے سب سے پہلا جہاد یہ ہے کہ اس ملک میں دین کو قائم کریں، اس کے لیے پُرامن منظم عوامی احتجاجی تحریک برپا کریں۔ دین قائم ہوگا تو پھر ہی اللہ کی مدد آئے گی۔ تب ہی ہماری ایٹمی قوت کی معنویت بھی دنیا پر ظاہر ہوگی۔ اس جہاد کا آغاز اس سے ہوگا کہ قرآن کی دعوت عام کریں، اس کی تلوار سے غلط افکار اور نظریات کا قلع قمع کریں، اور دلوں میں ایمان کی جوت جگائیں، لوگوں کے باطن میں انقلاب برپا کریں۔ اور جب اللہ کی پارٹی وجود میں آ جائے، معتد بہ تعداد میں کارکنان میسر آ جائیں تو پھر باطل کو للکاریں اور پرامن احتجاجی تحریک برپا کر کے حکمرانوں کو نفاذِ اسلام پر مجبور کر دیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

داعیٔ قرآن ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی یادیں اور باتیں

محمد حنیف ورک

1971ء میں پہلی بار جمعہ پڑھنے خضراء مسجد سمن آباد گیا تو وہاں کے امام و خطیب قاری عبدالرحمٰن کی بجائے کوئی اور عالم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ سورہ الفجر زیر بحث تھی۔ پہلی آیت کا مفہوم پھر دوسری کا ربط، راقم کے لیے یہ حیران کن تھا۔ اس سے قبل میں مولانا اشرف علی تھانویؒ کے حواشی تک محدود تھا۔ گھر آ کر جب ان آیات کو سامنے رکھ کر مفہوم کو دوہرانے کی کوشش کی تو خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا۔ آئندہ چادر کی بکل مار کر لکھنا شروع کر دیا۔ آخرا کیلے لکھتے ہوئے شرم تو آتی تھی۔ اس کے بعد فاروق آباد ضلع شیخوپورہ سکول میں ملازم ہوگیا۔ انٹرویو میں کہہ دیا کہ جمعہ کے روز آخری دو پیریڈ خالی رکھے جائیں۔ تب سے باقاعدگی سے خضراء مسجد جمعہ ادا کرتا رہا۔ نماز جمعہ کے آخر میں اعلان ہوتا کہ منتخب نصاب قرآنی کا درس آج شام بعد نماز مغرب گڑھی شاہو دارالذکر کے عقب میں واقع مسجد میں ہوگا۔ شام کو وہاں جاتا، درس سنتا اور لکھتا رہتا۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم و مغفور سے کبھی ہاتھ نہ ملایا۔ ایک تو واپسی کی فکر، دوسرے حاضری لگوانا اور نمایاں ہونا کچھ پسند نہ تھا۔

ایک بار اعلان ہوا کہ منتخب نصاب کا درس ہفتہ کو ڈھولنوال میں شروع ہو رہا ہے تو ہفتہ کو بھی وہاں حاضر ہو کر یہ درس سنتا رہا، کیونکہ پہلے چار مقامات کے دروس سننے سے رہ گئے تھے۔ پھر اعلان ہوا کہ ہفتہ کو کرشن نگر فلاں مسجد میں ماہانہ درس شروع ہوگا تو ڈھونڈ کر وہاں پہنچا۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم تشریف لائے، ابھی اور حضرات نہیں آئے تھے تو آگے بڑھ کر ہاتھ ملانا پڑ گیا۔ مجھ سے کہنے لگے، آپ بڑی ہمت کر رہے ہیں، کہاں سے آتے ہیں؟ فاروق آباد (چوہڑ کانہ) میں نے جواب دیا۔ اس کے بعد عموماً آپؒ خود ہاتھ ملاتے اور بات چیت کرتے۔

جب آپ دعوتی سلسلہ میں ہر ماہ کراچی جانے لگے تو ایک موقع پر فرمایا، کراچی کا سفر لمبا ہے، ورنہ حنیف ورک نے مجھ سے زیادہ سفر کیے ہیں۔

ایک مرتبہ ڈاکٹر صاحب مرحوم کو اپنے سکول میں خطاب کی دعوت دی۔ سکول شیخوپورہ کی ایک بڑی کالونی میں واقع ہے۔ یہ کالونی ایک امریکن کمپنی نے اپنے لیے بنائی تھی۔ سکول پورا ایئر کنڈیشنڈ تھا اور ہر کمرے میں 48، 48 الیکٹرک ٹیوب لائٹس۔ امریکیوں کے بعد واپڈا آیا تو ایئر کنڈیشنڈ اکھاڑ کر لے گیا۔ اب وہاں محکمہ زراعت ہے، اور سیّر سے لے کر ایس ای تک کے آفیسرز کے دفاتر ہیں۔ ان سب کو سکول میں مدعو کیا۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم نے حقیقت ایمان پر تقریر فرمائی۔ وہاں آپ کے پھوپھی زاد بھائی نصیر احمد ایس ڈی او تھے۔ رات کو عشاء کے بعد کالونی کی مسجد میں حقیقت شرک پر خطاب کیا۔ قبل ازیں ٹانگہ پر سپیکر میں خوب اعلان کیا گیا تھا۔ چنانچہ بھرپور حاضری ہوئی۔ دوسری بار سرگودھا روڈ لاری اڈا پر واقع مسجد و مدرسہ اہلحدیث میں بعد نماز جمعہ اور رات کو سکول کے ہال میں خطابات رکھے گئے۔ برسات کے باوجود ہال پوری طرح بھر گیا۔ مولانا یحییٰ میر محمدی کو بھی تشریف لانا تھا، مگر بوجوہ شرکت نہ کر سکے۔

ایک دفعہ موسم گرما کی تعطیلات کے دوران میں نے طلبہ کی تربیت گاہ مسجد میں رکھی۔ اس میں درس حدیث بھی تھا، جس کی خطیب مسجد نے جمعہ میں مخالفت کی۔ اس مخالفت کا علم نہ جانے ڈاکٹر صاحب مرحوم کو کیسے ہوگیا۔ تیسری بار از خود تشریف لے آئے تو راقم کی بجائے انہوں نے خود بعد نماز مغرب سورۃ العنکبوت کے پہلے رکوع کا درس دیا اور علماء کی مخالفت کا بھرپور جواب بھی دیا کہ فتویٰ دینے کے لیے تو اس قدر علوم کی ضرورت ہے، مگر دعوت و تبلیغ کے لیے مفتی ہونا ضروری نہیں، جذبۂ ایمانی کافی ہے۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم کی کئی بار تشریف آوری سے راقم نے بھرپور فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی۔ سکول میں سائنس کے ساتھ ساتھ میں اسلامیات (لازمی) پڑھاتا اور ہفتہ وار چھٹی کے بعد منتخب نصاب قرآنی کا درس دیتا۔ جس میں طلبہ کے علاوہ سٹاف ممبران نے بھی شرکت شروع کر دی۔ ایک عیسائی طالب علم یہ درس بڑے غور سے سنتا۔ اس کے اسلامیات میں 100 میں سے 95 نمبر آئے۔ کالونی ہی میں میری رہائش تھی۔ گھر کے ایک بڑے کمرے میں بعد نماز عشاء درس دینا شروع کیا تو 45 کے قریب افراد محفل درس میں شریک ہو جاتے۔ سکول کے ہیڈ ماسٹر چودھری بشیر اختر مرحوم و مغفور میرے ساتھ گھر گھر درس کی دعوت دیتے۔ مختلف مساجد میں ہفتہ وار درس اور باقی سکولوں کی اسمبلیوں میں بھی تقاریر ہو جاتیں۔ ایک دفعہ برادرم مختار احمد فاروقی صاحب کو بھی مدعو کیا اور انہوں نے مختلف سکولوں میں تقاریر کیں۔

ایک دفعہ اعتکاف سے پہلے بیس رمضان تک روزانہ ایک مسجد میں بعد نماز فجر ''روزہ، رمضان اور قرآن'' پر تقریر کی۔ اس مختصر قصبہ میں میثاق کے تقریباً ساٹھ خریدار بنے۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ وہیں سے میثاق جاری کرلیا کرو۔ آپؒ ہی کے مشورہ سے میں نے طلبہ کی انجمن 'طلاب القرآن' بنائی۔

> ڈاکٹر صاحب مرحوم کی دو اڑھائی گھنٹے کی تقریر بغیر کسی لطیفہ وغیرہ کے ہوتی تھی، مگر کیا مجال ہے کہ کوئی سامع اُٹھنے پائے۔ تقریر کا پُر جوش فلو سامعین کو اپنی جانب متوجہ کیے رکھتا تھا

مرحوم کو درس قرآن یا تقریر کے لیے مدعو کیا جاتا تو فکر مند ہو جاتے، کہ نہ گیا تو جواب دہی ہوگی۔ ایک ہی تقریر یا درس کو بیسیوں دفعہ بیان کرنا پڑتا تو گھبراہٹ نہ

ہوتی۔ ایسا صرف اور صرف مجسم داعی ہی سے ممکن ہے۔ راقم کے نزدیک آپؒ عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی طرح بلا کے مقرر تھے۔ حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ عشاء کے بعد تقریر شروع کرتے تو صبح کی اذان ہو جاتی، مگر اس میں لطیفہ اور چٹکلا ہوتا جبکہ ڈاکٹر صاحب مرحوم کی دو اڑھائی گھنٹے کی تقریر بغیر کسی لطیفہ وغیرہ کے ہوتی تھی، مگر کیا مجال ہے کہ کوئی سامع اُٹھنے پائے۔ تقریر کا پر جوش فلو سامعین کو اپنی جانب متوجہ کیے رکھتا تھا۔ منطقی استدلال، اشعار اور تراکیب کے برمحل استعمال میں آپ اپنی مثال آپ تھے۔ جہاں بھی خطاب کا پروگرام ہوتا اپنے بچوں کو بھی ساتھ لے جایا کرتے تھے تا کہ ساتھ ساتھ ذہن بنتا چلا جائے۔ راقم نے دیکھا ہے کہ خضراء مسجد کے بیرونی دروازہ [redacted] کے دونوں بڑے بیٹے عارف رشید اور عاکف سعید پڑا بچھا کر رسالے اور کتابچے بیچا کرتے تھے۔ اس طرح آپؒ نے تن تنہا گھر سے کام کا آغاز کیا۔ دامادوں سے بھی یہی کہا کہ نوکری چھوڑو، ہمارے کرنے کا یہی کام ہے۔ روزی کا اللہ مالک ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی طرح آپؒ کی اولاد بھی پوری یکسوئی کے ساتھ آپؒ کے مشن میں شریک ہوئی۔ بلکہ اولاد کے علاوہ تقریباً سب بھائی اور ان کی اولاد بھی آپ کی شریک کار بنی۔ اللہ تعالیٰ ہماری اولادوں کو بھی ایسی ہدایت نصیب فرمائے کہ قرآن حکیم کو سمجھنے اور سمجھانے والے بن جائیں۔ دینی مدرسہ کے مولوی کی اولاد ساتھ ہو تو یہ اس لیے عجیب نہیں لگتا، کہ ان بیچاروں نے کالج، یونیورسٹی کی ہوا ہی نہیں کھائی ہوتی۔ وہ سکول اور کالجز جو دینی ذہن سازی نہیں ہوتے دیتے اور گلا گھونٹ دیتے ہیں ۔

گلا تو گھونٹ دیا اہلِ مدرسہ نے ترا
کہاں سے آئے صدا لا الٰہ الا اللہ!

ایک آدمی سے بچپن کے ہم جولیوں اور کلاس فیلوز کو عقیدت ہونا اور رہنا بڑا مشکل ہوتا ہے، کیونکہ وہ اخلاق و کردار کی کمزوریوں سے خوب واقف ہوتے ہیں۔ کراچی کے ایک رفیق تنظیم ازراہ مزاح کہا کرتے تھے ”مجھ سے جہاں چاہے تقریر کروالو، مگر یہ تقریر میرے گھر کے آس پاس نہ ہو۔ کیونکہ میری بیگم مجھے خوب جانتی ہے۔“ آپ کے کئی کلاس فیلو ساتھ رہے ہیں۔ ایک ڈاکٹر دوست کہتے تھے کہ ڈاکٹر صاحب جہاں بھی ہوئے مجھے اپنے والد کا جنازہ اُنہی سے پڑھوانا ہے۔ ان صاحب سے دینی کاموں کے لیے رقم کا تقاضا ہوتا تو ادا کرنے کی پوری کوشش کرتے۔ ایک دفعہ گاڑی بیچ کر ادا کی۔ آپؒ کو جب معلوم ہوا تو سخت افسوس ہوا۔ ایسا صاف کردار وہ بھی بچپن سے، بہت بڑی بات ہے۔ اپنے ایک بیٹے کے ولیمہ کی تاریخ انگریزی ماہ کے لحاظ سے مقرر کردی۔ بعد میں رفقاء شوریٰ نے توجہ دلائی کہ اس روز تو دس محرم ہے، پہلے پردے پر بہت لے دے ہوئی ہے اب اور ہنگامہ آرائی ہوگی۔ فرمایا، کیا لوگوں سے ڈر کر اپنی سوچ بدل لی جائے۔ پہلے جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنا کام تھا، اب عوام کے سامنے کلمۂ حق کہنا اصل کام ہو گیا ہے۔

راقم ہر ہفتے شام کو آپ کی رہائش واقع 12 افغانی روڈ سمن آباد آتا، رات رہتا، اتوار کو درس سن کر واپس جاتا۔ گرمیوں کی چھٹیوں میں عربی وغیرہ سیکھنے کے لیے رہائش بھی رکھ لیتا۔ آپ تہجد کے لیے اُٹھانے اوپر تشریف لاتے تو سیڑھی پر پاؤں کی آواز آتی تو راقم اُٹھ کر بیٹھ جاتا جیسے پہلے کا اُٹھا ہوا ہے۔ اس بات کا ساتھیوں سے ذکر کیا کہ ڈاکٹر صاحب کے پاؤں بھاری ہیں، آنے کا پتہ چل جاتا ہے تو اس پر عاکف سعید صاحب نے کہا کہ اس کا دوسرا فائدہ بھی ہے کہ واپس جانے کا بھی پتہ چل جاتا ہے۔

1974ء میں پہلا عوامی میلا لگا تو اس میں کتابوں کا سٹال لگانے کا پروگرام بنا۔ اس سٹال پر راقم کی ڈیوٹی لگائی گئی۔ اس کے بعد اکثر سٹالوں پر راقم ہی

حافظ عاکف سعید

فلسطین ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں پر ہونے والے ظلم وستم کے پیچھے یہودی ذہن کارفرما ہے

نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ کے عنوان سے اسلام کے خلاف عالمی جنگ یہود کے سازشی ذہن کی منصوبہ بندی کا نتیجہ ہے

[redacted]

کے مسلمانوں پر ہونے والے ظلم وستم کے پیچھے یہود کا ذہن کارفرما ہے۔ یہود کی مسلم دشمنی اس وقت سے ہے جب اللہ نے ان کو معزول کر کے اُمت مسلمہ کو اپنی نمائندہ امت مقرر کیا، لیکن یہود صرف مسلمانوں کے ہی نہیں درحقیقت پوری نوع انسانی کے دشمن ہیں، ان کے نزدیک تمام غیر یہودی جانوروں کی مانند ہیں جنہیں گدھوں گھوڑوں کی طرح استعمال کرنا وہ اپنا حق سمجھتے ہیں، اِن خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد جامع القرآن، ماڈل ٹاؤن میں خطاب جمعہ کے دوران کیا۔ انہوں نے کہا کہ یہود اس وقت دنیا میں ابلیس کے ایجنٹ کا کردار ادا کر رہے ہیں اور وہ انسانیت سے اپنے ”دورِ انتشار“ کا بدلہ لینے کے لیے اُنہیں بے حیائی اور فحاشی کی راہ پر لگا کر شرف انسانیت سے محروم کرنے کی سازش پر عمل پیرا ہیں، جس میں انہیں بڑی حد تک کامیابی بھی حاصل ہو چکی ہے۔ دہشت گردی کے خلاف نام نہاد عالمی جنگ جو دراصل اسلام کے خلاف جنگ ہے یہود ہی کے سازشی ذہن کی منصوبہ بندی کا نتیجہ ہے۔ لیکن تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ یہ مصائب و آلام دین کے بجائے دنیا کی آسائشوں کو مقصد حیات بنانے پر دراصل اللہ کی طرف سے مسلمانوں پر عذاب کی ایک صورت ہے۔ اگر مسلمان اللہ اور اس کے رسولؐ کے مشن کی تکمیل کے لیے اپنا جان و مال کھپائیں تو نہ صرف آخرت میں سرخرو ہوں گے بلکہ دنیا میں بھی کامیابی و کامرانی سے نوازے جائیں گے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ آج مسلمانوں کو جو مار پڑ رہی ہے وہ عالم اسلام کے انگڑائی لینے کا سبب بن رہی ہے۔ لہٰذا از روئے قرآن یہودیوں کی تمام سازشیں ناکام ہوں گی اور بالآخر کل روئے زمین پر اللہ کا دین غالب ہو کر رہے گا۔

(جاری کردہ) مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

کی ڈیوٹی لگی۔ آپ عصر کے بعد سٹال پر تشریف لائے تو راقم کو کار میں بٹھا کر حاجی عبدالواحد مرحوم کے گھر لے گئے۔ کپڑے مٹی سے اٹ چکے تھے۔ کچھ دیر بعد واپس اسٹیشن پر اُتارتے ہوئے کہا، ان سے رشتہ کی بات کی ہوئی تھی۔ آج ان کا بڑا بیٹا بھی آیا ہوا تھا۔ بہر کیف میرا نکاح مسجد خضراء میں پڑھایا۔ مسجد خضراء میں یہ دوسرا نکاح تھا جو روح نکاح کے مطابق پڑھایا گیا۔ خطبہ میں آپؒ نے خطبۂ نکاح کی آیات واحادیث کی شرح بیان کی۔ آخر میں چار نکات: مسجد میں نکاح، بارات میں جانا اور نہ استقبال کرنا، بارات کا کھانا نہ کھانا اور جہیز کی نمائش نہ کرنا (راقم ازراہ مزاح کہا کرتا تھا کہ شکر ہے کہ اس وقت تک جہیز نہ دینے کی تحقیق نہیں ہوئی تھی) بیان کر کے فرمایا، جو اس پر عمل پیرا ہونے کا وعدہ کرتا ہے، اُٹھ کھڑا ہو۔ حالانکہ اس سے قبل آپؒ نے کبھی کسی بات پر بھی ہاتھ نہیں اُٹھوائے تھے۔ راقم کو یہ سسرالی گھرانہ بہت ہی اچھا ملا۔ دین اور جدید تعلیم کا حسین امتزاج۔ حاجی صاحب مرحوم 1931ء کے ایم اے انگلش، میٹرک سے تہجد کے عادی، ان کے والد ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر اور متشرع۔ حاجی صاحب مرحوم نماز میں خشوع پیدا کرنے کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ جیسے ہر فن محنت اور مشق سے سیکھا جاتا ہے، اسی طرح خشوع کے لیے بھی محنت اور توجہ درکار ہے۔ فارغ وقت میں دو نفل پڑھیے اور پڑھی جانے والی آیات کے مفہوم پر غور کیجیے۔ بعد میں اپنے آپ سے پوچھیے کہ مفہوم کا دھیان کر کے پڑھا ہے یا نہیں۔ اگر جواب نفی میں ہو تو وہی آیات دوبارہ پڑھیے، یہاں تک کہ دھیان ہو جائے۔ بار بار ایسا کرنے اور چند دن کی مشق سے ایک ہی بار پڑھنے سے ہی دھیان ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ

ایسے خاندان میں میرا رشتہ کروانا ڈاکٹر صاحب مرحوم کا راقم پر بہت بڑا احسان ہے۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ آپؒ راقم پر سب سے زیادہ مہربان تھے۔ اس تحریر کے مندرجات کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس کا عنوان ''ڈاکٹر اسرار احمدؒ اور میں'' ہو۔ مگر کہاں میں اور کہاں وہ داعیٔ قرآن، زیب نہیں دیتا۔ دوسرے اس سے خودنمائی کی بو آتی ہے۔ کیا کروں، لکھاری تو ہوں نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپؒ پر کروٹ کروٹ رحمتیں نازل فرمائے اور آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

وہ شخص دھوپ میں بھی چھاؤں جیسا تھا!

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو رجوع الی القرآن کورس کے طالبعلم حسان ادریس کا خراجِ عقیدت

آہ، علم کا ایک چراغ بجھ گیا۔ قرآن بیان کرنے والی صدا خاموش ہوگئی۔ دلوں کو اسلام سے جوڑنے اور اوہام وخرافات سے اُن کا رُخ موڑنے والے داعیٔ اسلام ڈاکٹر اسرار احمد وہاں چلے گئے، جہاں مجھے اور آپ سب کو جانا ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم ومغفور سے میرے والد مرحوم کے بہت قریبی تعلقات تھے۔ والد صاحب روزگار کے سلسلے میں جدہ سعودی عرب میں مقیم تھے۔ ڈاکٹر صاحب جب بھی سعودی عرب تشریف لے جاتے تو ہمارے گھر کو ضرور رونق بخشتے۔ میرے والد مرحوم کو محترم ڈاکٹر صاحب سے خصوصی قلبی لگاؤ تھا۔ چنانچہ وہ ڈاکٹر صاحب کے آڈیو اور ویڈیو خطابات بکثرت سنتے۔ اُن کے پروگراموں میں باہتمام شرکت کرتے۔ وہ ڈاکٹر صاحب کو اپنا معنوی استاد قرار دیتے تھے اور اکثر مجھ سے یہ فرماتے کہ تم بڑے ہو گے تو میں تمہیں ڈاکٹر صاحب کے ادارے قرآن کالج سے دین کی تعلیم دلواؤں گا۔ افسوس کہ اُن کی زندگی نے وفا نہ کی۔ جدہ سے پاکستان واپسی کے صرف دو ماہ بعد ہی وہ انتقال فرما گئے۔ 2006ء میں جبکہ میں میٹرک میں زیر تعلیم تھا، ڈاکٹر صاحب گجرات تشریف لائے۔ اس موقع پر میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا، جب ڈاکٹر صاحب سے مجھے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم نے میرے والد مرحوم کی یادیں تازہ کیں۔ اُن کا بڑی محبت سے تذکرہ فرمایا۔ مجھ سے کہنے لگے، میٹرک کرلو، پھر تمہیں قرآن کالج بلالوں گا۔ اُن کی یہ بات والد مرحوم کی خواہش کے عین مطابق تھی۔

میں نے جب میٹرک کا امتحان پاس کرلیا، تو لاہور جانے میں دیر نہ کی۔ والدہ صاحبہ سے اجازت لے کر خود قرآن کالج چلا آیا، اور داخلہ لے لیا۔ قرآن کالج (جواب کلیۃ القرآن ہے) دینی و دنیاوی تعلیم کا حسین امتزاج تھا۔ میں تعلیم کی منزلیں طے کرتا رہا۔ ایف اے کرنے کے بعد میں نے ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس میں داخلہ لے لیا۔ اس دوران گاہے بگاہے ڈاکٹر صاحب مرحوم کی خدمت میں حاضری کا موقع ملتا رہا۔ الحمدللہ، میں نے اُن سے بہت استفادہ کیا۔ بلاشبہ ڈاکٹر صاحب ایک عظیم داعی تھے جن کے قرآنی بیانات سے ایک عالم منور ہوتا رہا۔ وہ شجر سایہ دار تھے۔ جن کی چھاؤں تشنگانِ علم قرآنی کو راحت وآرام پہنچاتی تھی۔ اب جب کہ یہ گھنا سایہ دار درخت سوکھ گیا، ہم اس سایے سے محروم ہوگئے ہیں۔ اب لق ودق صحرا ہے۔ کڑکتی ہوئی دھوپ ہے۔ اُن کی وفات سے ایک ایسا خلا پیدا ہوگیا ہے جو مستقبل قریب میں شاید پُر نہ ہوسکے۔ انہوں نے لاکھوں لوگوں کے دلوں میں شمع قرآنی روشن کی۔ اُن کی زندگیوں کو انقلاب آشنا کیا۔ جو قرآن و سنت سے دور، دین کے جامع تصور سے بے بہرہ تھے، انہیں آپ نے دین کی حقیقت سمجھائی۔ اُس کو اپنا امام بنانے کا درس دیا۔ اس کے غلبہ واحیاء کے لیے اپنا تن من دھن لگا دینے کی تعلیم دی۔ انہیں قرآن مجید کے حقوق سے آگاہ کیا۔ آج اگرچہ ڈاکٹر صاحب ہم میں موجود نہیں، مگر اُن کی جلائی ہوئی شمع کی روشنی چار سو بکھر رہی ہے۔ اُن کی فکر، اُن کا پیغام اور اُن کا قرآنی مشن زندہ وتابندہ فروغ پا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب مرحوم کی خدمات جلیلہ کو قبول ومنظور فرمائے، اُن کی سیئات سے درگزر فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

☆ اسلام کی سیاسی تعبیر کو پریس کی ایجاد سے جوڑنا غلط مفروضہ ہے **ڈاکٹر ابصار احمد**

☆ امت کے مسائل کا حل نظام خلافت کے قیام میں مضمر ہے۔ قیام خلافت کے لیے ہر طبقہ اپنا کردار ادا کرے **ڈاکٹر شبیر احمد منصوری**

☆ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی پہچان اسلامی خلافت کی پکار تھی **فرید احمد پراچہ**

☆ ڈاکٹر صاحبؒ نے پوری جرأت سے اسلام کا پرچم سربلند کیا۔ انہی کے لائحہ عمل پر گامزن ہو کر ملک کو بحرانوں سے نکالا جاسکتا ہے **خالد محمود عباسی**

☆ مجاہدین اسلام کی سرفروشی نے عالمی استعمار کو یقینی شکست سے دوچار کر دیا ہے۔ دنیا جلد مغرب کی شکست کی خبر سنے گی **اوریا مقبول جان**

☆ ڈاکٹر اسرار احمد اپنے مشن میں سچے اور کھرے انسان تھے **مولانا رشید میاں**

☆ ڈاکٹر اسرار احمد پیغام قرآنی کی اشاعت کے ذریعے تجدید ایمان کی عمومی تحریک برپا کرنا چاہتے تھے **ڈاکٹر عارف رشید**

☆ ڈاکٹر صاحبؒ نے انہی بنیادوں پر تنظیم اسلامی قائم کی جن پر علامہ اقبال ایک اسلامی جماعت کے قیام کے خواہشمند تھے

اقبال ترجمانِ قرآن تھے تو والد گرامی ڈاکٹر اسرار احمد داعیٔ قرآن، انہوں نے مسلمانوں کو قرآن سے جوڑا **حافظ عاکف سعید**

"ڈاکٹر اسرار احمد کا خواب: نظام خلافت کا قیام — جہدِ مسلسل کی ضرورت"

کے موضوع پر منعقدہ سیمینار کی روداد

رپورٹ: نعیم اختر عدنان

تنظیم اسلامی کے بانی امیر ڈاکٹر اسرار احمد ؒ کی وفات کے تقریباً ڈیڑھ ماہ بعد تنظیم اسلامی لاہور کے زیر اہتمام الحمراء ہال لاہور میں بروز اتوار 6 جون 2010ء کو ایک بھرپور سیمینار منعقد ہوا، جس کی صدارت امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید نے کی۔ مقررین میں ڈاکٹر شبیر احمد منصوری (پروفیسر پنجاب یونیورسٹی)، ڈاکٹر فرید احمد پراچہ (رہنما جماعت اسلامی)، خالد محمود عباسی (نائب ناظم اعلیٰ حلقہ شمالی زون)، اوریا مقبول جان (کالم نگار)، مولانا سید رشید میاں (جامعہ مدنیہ لاہور)، ڈاکٹر عارف رشید (ناظم اعلیٰ انجمن خدام القرآن) اور ڈاکٹر ابصار احمد (صدر انجمن خدام القرآن) شامل تھے۔

وقت مقررہ سے پہلے ہی سامعین اور سامعات کی بڑی تعداد ہال میں موجود تھی۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض ادا کرتے ہوئے عبد الرزاق صاحب نے پروگرام کی صدارت کے لیے امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید صاحب کو سٹیج پر رونق افروز ہونے کی دعوت دی۔ پروگرام کے باقاعدہ آغاز کے لیے حسبِ روایت تلاوتِ قرآن مجید کی سعادت قاری احمد ہاشمی صاحب نے حاصل کی۔ معروف اور ہردلعزیز نعت خواں حافظ محمد مرغوب ہمدانی نے رسالت مآب ﷺ کے حضور ہدیہ عقیدت ومحبت پیش کیا۔ بعد ازاں تنظیم اسلامی لاہور کے دیرینہ ساتھی جناب شکیل احمد نے ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو منظوم خراجِ عقیدت پیش کیا۔

اس پروقار تقریب کے پہلے مقرر صدر شعبہ اسلامک سینٹر پنجاب یونیورسٹی ڈاکٹر شبیر احمد منصوری تھے۔ انہوں نے کہا کہ یہ خوبصورت اجتماع صاحبِ فکر اور صاحبِ درد لوگوں کا اجتماع ہے۔ انہوں نے کہا کہ فی الوقت امت مسلمہ کی حالت یہ ہے کہ اُن کا دین بھی بگڑ (مسخ) گیا ہے اور دنیا بھی۔ عالمی قصاب پوری مہارت کے ساتھ امت مسلمہ کی تکہ بوٹی کرنے میں مصروف ہے۔ امت مسلمہ کا اصل مسئلہ قیادت کا بحران اور خیانت و بدعہدی ہے۔ افواج نے اسلامی سرحدات کی حفاظت کی بجائے اقتدار پر قبضہ کرلیا۔ پولیس امن وامان کے قیام کی بجائے حکمرانوں کی حفاظت اور اپنی فلاح و بہبود میں مصروف عمل نظر آتی ہے۔ سیاسی جماعتوں نے ملک وقوم کی اصلاح کی بجائے اپنے گروہی مفادات کا تحفظ اپنا مشن بنا رکھا ہے۔ علماء نے دین کا اصل پیغام پیش کرنے کی بجائے فرقہ واریت اور مسلکی مسائل کو اپنی دنیا بنانے کا نسخہ کیمیا بنا رکھا ہے۔ نظام خلافت کے دوبارہ قیام کے خواب کو تب تعبیر ملے گی جب امت کا ہر طبقہ اپنا فرض ادا کرنے پر آمادہ ہوگا۔

ڈاکٹر شبیر منصوری نے کہا مغربی استعمار نے اندھے اور پاگل بھینسے کا روپ اختیار کرلیا ہے اور وہ انسانی حقوق اور جمہوریت کے نام پر شرمناک حد تک عریانی وفحاشی اور اسلحہ و بارود کو استعمال کر کے اپنی بڑائی قائم کرنے کا خواہشمند ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس امر میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں ہے کہ امت کے انفرادی، اجتماعی اور عالمی مسائل کا حل نظام خلافت کے قیام ہی میں مضمر ہے اور امت خلافت ہی سے اپنی کھوئی ہوئی عظمت بحال کرسکتی ہے۔ اس لیے کہ خلافت کی چھتری ہی مسلمانوں کے دین اور دنیا کی محافظ ہے۔ خلافت ہی نے مسلمانوں کو وقار دیا، استحکام عطا کیا، پھیلاؤ مہیا کیا۔ انہوں نے کہا کہ امت کے فکرمند لوگوں کا فرض ہے کہ وہ نظامِ خلافت کے قیام کے لیے پوری طرح سرگرم عمل ہو جائیں۔

تقریب کے دوسرے مقرر ڈاکٹر فرید احمد پراچہ تھے، جن کا شمار جماعت اسلامی کی اعلیٰ قیادت میں ہوتا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا مداح بھی ہوں، اُن کا خوشہ چین بھی اور اُن کا طالب علم بھی۔ ڈاکٹر فرید پراچہ نے کہا کہ کسی کی پہچان سیاست ہوتی ہے تو کسی کی پہچان تجارت اور کسی کی پہچان صحافت ہوتی ہے مگر ڈاکٹر اسرار احمد کی پہچان اسلامی خلافت کی پکار تھی۔ انہوں نے کہا کہ دنیا میں مغربی اقوام مسلم ممالک پر قابض ہیں۔ وہ

ہر جگہ مداخلت کر رہی ہیں جبکہ مسلمان افواج کسی غیر مسلم علاقے میں موجود نہیں ہیں، اس کے باوجود مسلمانوں کو دہشت گرد کہا جاتا ہے۔ جبکہ حقیقت میں دہشت گرد مغربی اقوام ہیں۔ انہوں نے کہا کہ عالم اسلام اور عالم مغرب کے درمیان موجودہ جنگ کفر اور اسلام کا فیصلہ کن اور آخری معرکہ ہے۔ اس معرکے میں غلبہ اسلامی قوتوں کا مقدر بنے گا۔ انہوں نے کہا کہ اکیسویں صدی غلبۂ اسلام کی صدی ہے۔ فرید احمد پراچہ کا کہنا تھا کہ ہمیں ''تیز ترک گامزن منزل ما دور نیست'' کا اپنا لائحہ عمل بنانا ہوگا۔ بانیٔ تنظیم اسلامی کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اس شعر پر انہوں نے اپنی تقریر کا اختتام کیا۔

رُکے تو چاندؔ چلے تو ہواؤں جیسا تھا
وہ شخص دھوپ میں بھی چھاؤں جیسا تھا

تقریب کے اگلے مقرر جناب خالد محمود عباسی تھے۔ انہوں نے مغرب کی طرف سے محسنِ انسانیت حضرت محمد ﷺ کے توہین آمیز خاکے بنانے کے عمل پر اپنے ایمانی جذبات کے اظہار سے گفتگو کا آغاز کیا۔ انہوں نے کہا کہ تہذیب مغرب درحقیقت درندوں، گنواروں اور حرامیوں کی تہذیب ہے۔ ایسے بے اصل لوگ خدا کے آخری پیغمبر کی توہین کا ارتکاب کر کے خود کو بے نقاب کرنے میں مصروف عمل ہیں۔ جناب عباسی صاحب نے کہا افغانستان کے غیور، باایمان اور جذبۂ شہادت سے سرشار مجاہدوں نے ماضی میں برطانیہ اور روس جیسی سپر طاقتوں کا غرور خاک میں ملا دیا اور بہت جلد امریکہ کی سونڈ پر شکست کا داغ لگتے پوری دنیا دیکھے گی۔ انہوں نے کہا مولانا سید مودودیؒ کے بعد ایک توانا اور طاقتور آواز ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی تھی۔ انہوں نے پوری جرأت اور بے خوفی سے اسلام کا پرچم سربلند کیا۔ انہی کے جذبۂ عمل اور لائحہ عمل پر گامزن ہو کر ملک و ملت کو بحرانوں سے نکالا جا سکتا ہے۔

معروف کالم نگار اور اسلامی اقدار کے نقیب اوریا مقبول جان تقریب کے اگلے مقرر تھے۔ انہوں نے کہا خلافت اسلامیہ کی فضا بڑی دلکش اور عجیب و غریب فضا ہے۔ خلافت کا نظام ہی وہ حقیقت ہے جس نے تاریخ کا پہیہ الٹا دیا۔ وقت کی دو سپر طاقتوں کو نیست و نابود کر کے اسلام نے اپنی طاقت کا لوہا منوایا۔ انہوں نے کہا کہ مجاہدین اسلام کی سرفروشی اور جذبۂ جہاد نے عالمی استعمار کو یقینی شکست سے دوچار کر دیا ہے اور جلد دنیا یہ بڑی خبر سنے گی کہ مغرب جنگ ہار چکا ہے۔ اوریا مقبول جان نے ڈاکٹر علامہ اقبال اور ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا موازنہ کرتے ہوئے اُن کے فکر اور اُن کی شخصیت کو اقبال سے ہم آواز اور ہم آہنگ قرار دیا۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم کے بڑے صاحبزادے اور انجمن خدام القرآن کے ناظم اعلیٰ ڈاکٹر عارف رشید صاحب نے بانی امیر تنظیم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی کتاب 'دعوت رجوع الی القرآن کا منظر و پس منظر' سے اقتباس پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ والد گرامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے 1972ء میں انجمن خدام القرآن لاہور کی تاسیس کی جس کا مقصد امت کے فہم عناصر میں تجدید ایمان کی عمومی تحریک برپا کرنے کی غرض سے قرآن حکیم کی وسیع پیمانے پر اور اعلیٰ علمی سطح پر تشہیر و اشاعت قرار دیا گیا۔ انجمن تب سے پیغام قرآنی کی نشر و اشاعت میں سرگرم ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی رجوع الی القرآن کی تحریک نے معاشرے پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں، جس کا مظہر عوام کا قرآن کی طرف رجوع، قرآنی حلقے، دورۂ ترجمہ قرآن جیسے پروگرام ہیں۔

جامعہ مدنیہ لاہور کے مہتمم اور صدر مدرس مولانا سید رشید میاں تقریب کے اگلے مقرر تھے۔ مولانا رشید میاں علماء حقانی و علماء ربانی کے اُس قافلے کے چشم و چراغ ہیں جس پر برصغیر کو بجا طور پر فخر ہے کہ جناب سید حامد میاں کے نور نظر اور ''نورالایضاح'' کے مصنف سید محمد میاںؒ کے پوتے ہیں۔ مولانا رشید میاں نے اپنے خطاب میں فرمایا، ڈاکٹر صاحب اپنے مشن میں سچے اور کھرے انسان تھے۔ اُن کی قوت عمل، مقصدیت اور سادگی سے ہر کوئی متاثر تھا۔ ڈاکٹر صاحب جہاں اعلیٰ پائے کے خطیب تھے، اسی نسبت سے وہ بہترین مصنف بھی تھے۔ عظیم اور باہمت ہستیوں کے جملہ اوصاف ڈاکٹر صاحب کی ذات میں بہترین توازن کے ساتھ موجود تھے۔ تنظیم اسلامی کے بانی امیر نیکیوں میں سبقت کرنے والے شخص تھے۔

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے نومنتخب صدر ڈاکٹر ابصار احمد نے اپنے خطاب میں ہندوستان کے معروف مفکر مولانا وحید الدین خان کی فکری لغزشوں کی طرف شرکاء مجلس کی توجہ دلائی۔ انہوں نے کہا کہ مولانا وحید الدین کا یہ خیال کہ اسلام کی سیاسی تعبیر کا آغاز پریس کی ایجاد کے بعد ہوا، بدیہی طور پر غلط مفروضہ ہے۔ اسلام دین کامل کی حیثیت سے اپنی ابتداء ہی سے دنیا کے سامنے آیا۔ پیغمبر اسلامؐ نے دعوت و جہاد کے مراحل طے کر کے اسلامی ریاست قائم کی۔ بعد ازاں دور صحابہؓ میں اسلامی ریاست کو توسیع حاصل ہوئی۔ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں یہ نظام 22 لاکھ مربع میل کے علاقے تک پھیل گیا۔ ڈاکٹر ابصار احمد نے کہا کہ مولانا کی یہ بات بھی فکری انحراف کے زمرے میں آتی ہے کہ قرآنی احکام کا مخاطب تو صرف فرد ہے، لوگوں نے اپنی طرف سے اسلام کی نظامی تعبیر گھڑ لی ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ دینی امور کے حوالے سے مولانا موصوف کی یہ تقسیم تو بہت بڑی جسارت ہے کہ دین کے تعبدی امور تو اساسی اہمیت کے حامل ہیں، جبکہ قوانینِ شریعت اور حدود کی حیثیت ثانوی ہے۔ انہوں نے شرکاء پر زور دیا کہ ہمیں اس قسم کے افکار کا توڑ کرنا ہے، اور اسلامی ریاست کی تشکیل کے لیے فکری اور عملی سطح پر بھرپور جدوجہد کرنی ہے، تاکہ غلبہ و اقامت دین کی منزل قریب آسکے۔

آخر میں تقریب کے صدر، مہمان خصوصی امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے وقت کی تنگ دامنی کے پیش نظر مختصر و مدلل خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی شخصیت کو نہیں بلکہ ہمیں اُن کے مشن کو اجاگر کرنا ہے۔ غلبۂ اسلام کی آرزو اور تڑپ علامہ اقبال کی شخصیت میں بھی رچی بسی تھی، یہی چیز ڈاکٹر اسرار احمد کا امتیازی وصف تھی۔ اقبال قرآن کے ترجمان تھے تو ڈاکٹر اسرار احمد داعیٔ قرآن تھے۔ انہوں نے از سر نو مسلمانوں کو قرآن سے جوڑنے کا عظیم ترین فریضہ انجام دیا۔ بانیٔ تنظیم اسلامی نے غلبۂ اقامت دین کے مشن کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں وقف کر رکھی تھیں اور آخر دم تک اسی مشن کو آگے بڑھانے کے لیے جہد مسلسل میں مصروف عمل رہے۔ غلبہ و اقامت دین کا مشن درحقیقت خاتم الانبیاء ﷺ ہی کے مشن کی تکمیل کا دوسرا نام ہے۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کی اصل طاقت ایمانی جذبہ ہے، جس کا مظہر اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لیے ہمہ وقت اور ہمہ پہلو کوششیں و محنت کرنا ہے، جس کا جامع عنوان جہاد ہے۔ حافظ عاکف سعید نے کہا کہ علامہ اقبال کا فلسفہ و فکر اور تنظیم اسلامی کی دعوت اور طریقہ کار ایک ہی منزل کے نشانات راہ ہیں۔ علامہ اقبال اپنی عمر کے آخری حصے میں جن بنیادوں پر ایک اسلامی جماعت کے قیام کے خواہشمند تھے، بعد میں والد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے انہیں بنیادوں پر تنظیم اسلامی کو قائم کیا۔ انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر اسرار احمد سے وابستگی رکھنے والے احباب ایک قدم آگے بڑھا کر تنظیم اسلامی کی رفاقت اختیار کریں، تاکہ ڈاکٹر صاحبؒ کے مشن کو مزید وسعت دی جا سکے۔ سیمینار کا اختتام امیر تنظیم کے دعائیہ کلمات سے ہوا۔

پروگرام میں خواتین و حضرات کی شرکت نے الحمراء ہال کی وسعتوں کو تنگ کر دیا۔ اس موقع پر سٹال بھی لگایا گیا تھا۔ سٹال پر موجود تنظیم اسلامی اور انجمن کی مطبوعات اور دیگر مواد پر شائقین کی کافی رونق رہی۔ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کی بھی بڑی تعداد پروگرام کی کوریج کے لیے موجود رہی۔ پروگرام کے اختتام پر لان میں باجماعت نماز ظہر ادا کی گئی۔

☆☆☆

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 31 سال، گریڈ 16 کے ملازم کے لیے دینی رجحان کی حامل، صوم و صلوٰۃ کی پابند لڑکی کا لاہور سے رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0300-4488939

کراچی میں ٹارگٹ کلنگ!

امریکی تھنک ٹینک کی اسکیم یہ ہے کہ 2012ء میں پاکستان کے ٹکڑے کردیئے جائیں اور اس اسکیم کی ابتدا کراچی میں گڑبڑ سے کی جائے

محمد سمیع

تحریک استقلال پاکستان کے صدر رحمت وردگ نے اپنے ایک حالیہ بیان میں کہا ہے کہ کراچی میں ٹارگٹ کلنگ پاکستان توڑنے کی امریکی اسکیم کا حصہ ہے۔ امریکی تھنک ٹینک کی اسکیم یہ ہے کہ 2012ء میں پاکستان کے ٹکڑے کردیئے جائیں اور اس اسکیم کی ابتدا کراچی میں گڑبڑ سے کی جائے۔ امریکی ایجنٹ کراچی میں بدامنی کے ذمہ دار ہیں، یہ کوئی ایسا بیان نہیں ہے کہ جس کو سرسری طور پر پڑھ کر گزر جایا جائے۔ کراچی میں وقفے وقفے سے جو گڑبڑ ہورہی ہے، اسے اس بیان کے تناظر میں سمجھنے کی کوشش کی جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ ان کی باتوں میں کچھ نہ کچھ حقیقت ضرور مضمر ہے۔

کراچی ایک میٹروپولیٹن شہر ہے اور صنعتی اور کاروباری مرکز ہونے کے علاوہ یہاں ایک بندرگاہ بھی موجود ہے۔ لہٰذا ملازمت، کاروبار اور دیگر مقاصد کے تحت مختلف صوبوں کے لوگ اس شہر میں مقیم ہیں جن کی اگر زبانیں مختلف ہیں تو رنگ و نسل بھی مختلف ہیں۔ گزشتہ صدی کے ساتویں عشرے تک یہ ایک پُرامن شہر تھا اور باہمی اخوت کی فضا بھی قائم تھی۔ یہ روشنیوں کا شہر اور عروس البلاد بھی کہلاتا تھا۔ لیکن آٹھویں عشرے کے آغاز ہی سے اس شہر کو کسی کی نظر لگ گئی۔ اس کے بعد شائد ہی کوئی دن ایسا آیا ہو جب یہاں کے لوگ اسے چین سے گزار سکے ہوں۔ لسانی فسادات یہاں ہوئے۔ آرمی ایکشن یہاں ہوا۔ ٹارگٹ کلنگ کا سلسلہ تو اب یہاں روز کا معمول بن کر رہ گیا ہے۔ بھائی چارے اور اخوت کی جگہ نفرت اور انتقام نے لے لی۔ علی گڑھ اور قصبہ کالونی پر حملے ہوئے، جس کے نتیجے میں اردو بولنے والی آبادی کے لوگوں کو براہ راست گولیوں کا نشانہ بنایا گیا۔ مہاجروں کو پختونوں، بلوچوں اور سندھیوں سے لڑایا گیا۔ گو یہ سب ماضی کی باتیں ہیں لیکن محسوس ایسا ہوتا ہے کہ یہ باتیں اب تک بھلائی نہیں گئی ہیں۔ اس پر مستزاد مذہبی بنیادوں پر فرقہ وارانہ قتل و غارت یہاں جاری رہا۔ اور اب ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے دشمن خواہ وہ امریکی ہوں، بھارتی ہوں یا ان دونوں کی پشت پر یہود ہوں، وہ منافرت کے ان جذبات کو ابھار کر اور یہاں خانہ جنگی جیسے حالات پیدا کر کے غیر ملکی مداخلت کا راستہ ہموار کرنا چاہتے ہیں، تاکہ ان کے پاکستان کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے خواب کو تعبیر مل سکے۔ اس اندیشے کو تقویت اخبارات میں شائع ہونے والی اس خبر سے ہوتی ہے جس کا متن حسب ذیل ہے: ''پاکستان کو اندرونی مشکلات سے دوچار کرنے کا امریکی، بھارتی، افغان انٹیلی جنس کا مشترکہ منصوبہ اہداف کے ساتھ طے پا گیا ہے۔ روزنامہ جنگ کو خصوصی ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ امریکی سی آئی اے اور افغان خفیہ ادارے رام نے پاکستان کے اندر تخریبی کارروائیاں کروانے کے لئے اعلیٰ تربیت یافتہ ایجنٹوں کو خصوصی ہدایات دے کر پاکستان کے مختلف علاقوں میں پھیلا دیا ہے۔ ذرائع کے مطابق کارروائی کرنے والے تمام افراد کا تعلق افغانستان اور صوبہ خیبر پختون خوا کے جھگڑوں سے ہے۔ گزشتہ روز کابل میں افغان انٹیلی جنس کے ہیڈکوارٹر میں ٹرائیکا انٹیلی جنس کا اجلاس ہوا تھا جس میں پاکستانی حکومت کو خطرناک نقصانات سے دوچار کرنے کے لئے بڑے اہداف طے کئے گئے ہیں۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ پنجاب میں پنجابی سرائیکی فساد کرانے کی کوشش کی جائے گی جبکہ سندھ میں سندھی مہاجر پٹھان فساد کرایا جاسکتا ہے۔ اسی طرح بلوچستان میں پختون بلوچ فساد کو بھی ہوا دی جاسکتی ہے اور صوبہ خیبر پختون خوا کے اندر ہزارہ وال اور پختونوں کے درمیان پہلے سے موجود تصادم کو خوں ریز فساد میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ ذرائع کے مطابق بھارتی خفیہ ایجنسی را اور افغان ادارہ رام امریکی اہداف کو آسان بنانے کے لئے پاکستان میں اپنی کارروائیاں کسی وقت بھی تیز کرسکتے ہیں۔'' (4 جون 2010ء)

ٹارگٹ کلنگ وہ حربہ ہے جسے وقفہ وقفہ سے آزمایا جارہا ہے۔ زبان خلق کا کہنا یہ ہے کہ یہ سارا کچھ حکومت سندھ میں شامل اتحادیوں کا کیا دھرا ہے، جس کو تقویت صوبائی وزیر داخلہ کے بیانات میں ان کی طرف سے ظاہر کردہ بے بسی سے ملتی ہے۔ آخر کوئی تو وجہ ہے کہ صوبائی وزیر داخلہ یہ بیان جاری کرنے پر مجبور ہوئے کہ ٹارگٹ کلنگ کی پشت پر سیاسی وجوہات ہیں۔ ان کا یہ بیان بھی ریکارڈ پر ہے کہ اگر ان پر سیاسی دباؤ نہ ہو تو یہ معاملہ آسانی سے ختم کیا جاسکتا ہے۔ کچھ اسی قسم کی باتیں جب پولس چیف بھی کہے تو اس سے زبان خلق کی تصدیق ہوتی ہے۔ جب بھی ٹارگٹ کلنگ کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، یہ اتحادی جماعتیں میٹنگز پر میٹنگز کرتی ہیں۔ عوام کے سامنے آکر ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر آپس کی یکجہتی کا اظہار کرتی ہیں۔ لیکن جب کچھ دنوں کے بعد یہ سلسلہ دوبارہ شروع ہوتا ہے تو لوگ یہ سوچنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ شائد سیاسی جماعتوں کی یہ یکجہتی انہیں کے خلاف ہے کیونکہ مارے تو عوام ہی جاتے ہیں۔ لیڈروں کو تو اس سے بالعموم گزند نہیں پہنچتا۔

ان تمام معاملات میں مرکزی وزیر داخلہ کی بھاگ دوڑ سمجھ سے بالاتر نظر آتی ہے۔ وفاقی حکومت کو اگر کسی معاملہ سے جان چھڑانی ہوتی ہے تو ان کی جانب سے یہ کہا جاتا ہے کہ یہ تو صوبائی معاملہ ہے۔ وفاق اس میں مداخلت نہیں کرسکتا۔ لیکن ٹارگٹ کلنگ وغیرہ کے معاملات میں صوبائی وزیر داخلہ بالعموم پس منظر میں چلے جاتے ہیں اور مرکزی وزیر داخلہ کی شٹل سروس کراچی، لندن اور اسلام آباد کے درمیان شروع ہوجاتی ہے۔ صوبائی وزیر داخلہ اسے سیاسی معاملہ قرار دیتے ہیں لیکن وفاقی وزیر داخلہ فرماتے ہیں کہ اس میں سیاسی جماعتیں ملوث نہیں۔ بظاہر تو یہی نظر آتا ہے کہ مرکزی وزیر داخلہ آگ پر پانی ڈالنے میں مصروف ہیں لیکن دوسری جانب کچھ لوگ انہیں پاکستان میں امریکی وزیر داخلہ قرار دیتے ہیں۔ پتہ نہیں، وہ یہ بات سنجیدگی سے کہتے ہیں یا ان کا یہ طنزیہ انداز ہوتا ہے۔ ویسے تو موجودہ کیا ہماری تمام سابقہ حکومتیں بھی امریکہ کی وفادار رہی ہیں، لیکن پرویز مشرف نے امریکہ کی وفاداری کی بجائے اس کی غلامی کا جوا اپنے گردن میں ڈال لیا تھا وہ اب موجودہ حکومت کو منتقل ہوگیا ہے جو اپنے آپ کو سابقہ حکومت سے بڑھ کر امریکہ کا غلام ثابت کرنے پر تلی ہوئی نظر آتی ہے۔ یہ امر غور طلب ہے کہ ہمارے وہ لیڈر جن کا کچھ عرصہ قبل تک قبلہ وکعبہ روس بنا ہوا تھا، اب امریکہ میں بیٹھ کر کراچی کو بیروت بنانے کی باتیں کرتے ہیں اور ان

کے ہز ماسٹرس وائس یہاں کے صوبائی اسمبلی کے رکن جو اتفاق سے صوبائی وزیر بھی ہیں یہی راگ الاپ رہے ہیں۔ یہ درست ہے کہ گزشتہ دنوں ان کے علاقے کے لوگ کراچی میں خاصے زد میں آئے ہیں۔ ان کے کاروبار جبراً بند کیے گئے، حتیٰ کہ ان کے مزدور طبقے کے لوگوں مثلاً موچی، ریڑھی والے، تنور والوں کو بھی خاصا تنگ کیا گیا ہے۔ کراچی میں مارے جانے والوں میں ایک اچھی خاصی تعداد ان کی ہے۔ لیکن ان کے لیڈران کو یہ بات کسی طرح بھی زیب نہیں دیتی جبکہ ان کا دعویٰ ہے کہ کراچی کی تعمیر میں ان کا اہم حصہ ہے اور لوگ ان کی اس بات کو تسلیم بھی کرتے ہیں۔ لیکن کیا کوئی اپنی ہی تعمیر کردہ شے کی بربادی کا سوچ بھی سکتا ہے۔ اگر کراچی خدانخواستہ بیروت بنا تو کیا اس کا نقصان ان کے طبقے کو نہیں ہوگا۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ جو قوتیں پاکستان کو توڑنا چاہتی ہیں وہ کراچی میں پٹھانوں کی قوت توڑنے میں مصروف ہیں کیونکہ یہی وہ طبقہ ہے جو ان کی سازشوں کی راہ میں رکاوٹ بن سکتا ہے۔ بلوچوں کی تعداد یہاں قابل ذکر نہیں اور سندھی جن کے صوبے کا دارالحکومت ہونے کا اعزاز کراچی کو حاصل ہے وہ اپنے گوٹھوں کو چھوڑ کر کراچی آنے کے لئے تیار نہیں جبکہ دیگر طبقوں کے لوگ سینکڑوں ہزاروں کلومیٹر کراچی سے دور ہونے کے باوجود خاصی تعداد میں موجود ہیں۔ گویا سندھی بھی اس سازش کی راہ میں کوئی رکاوٹ نظر نہیں آتے۔ رہے اردو بولنے والے تو ان پر یہ الزام ہے کہ وہ کراچی کو اپنی جاگیر سمجھتے ہیں۔ اردو بولنے والوں کی قیادت متحدہ قومی موومنٹ کے پاس ہے جس کا بحیثیت مہاجر قومی موومنٹ آغاز کچھ اچھا نہیں تھا۔ ان پر قتل وغارت گری، بھتہ خوری سمیت مختلف قسم کے الزامات عائد کیے جاتے رہے ہیں۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی برادری کو اپنی مضبوط گرفت میں لے رکھا ہے۔ لہٰذا ان کا ووٹ بینک اس حد تک محفوظ ہے کہ پاکستان کی قومی جماعتیں برسر اقتدار آنے کے لئے اس کے تعاون کو ناگزیر سمجھتی ہیں۔ مزید برآں، وطن عزیز کی جاگیردارانہ، وڈیرانہ اور سردارانہ سیاست نے گزشتہ چھ دہائیوں کے دوران وہ گل کھلائے ہیں کہ الاماں والحفیظ اور اب بھی یہ روش جاری ہے۔ ایسے میں بلدیاتی اور سماجی سطح پر کام کر کے متحدہ قومی موومنٹ نے وطن کی سیاست میں ایک اہم مقام حاصل کر لیا ہے۔ یہ وہ تحریک ہے جو کراچی اور حیدرآباد تک محدود تھی لیکن اب وہ آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان کی سیاست میں بھی موجود ہے اور دیگر صوبوں میں داخلے کی کشمکش میں مصروف ہے۔ جہاں تک صوبہ سندھ کا تعلق ہے تو ڈاکٹر عشرت العباد نے ایک دوسرے کی مخالفت میں سرگرم حکومتوں کے دوران بھی گورنر کے عہدے پر فائز رہ کر یہاں طویل ترین عرصے تک بحیثیت گورنر رہنے کا اعزاز حاصل کر لیا ہے اور کراچی کی حد تک سابق سٹی ناظم مصطفیٰ کمال نے نہ صرف کراچی کے شہریوں سے بلکہ دنیا کے بیشتر ممالک سے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوالیا ہے۔ ہمیں یہ بات ہرگز نہیں بھولنی چاہئے کہ خواہ پیپلز پارٹی ہو، اے این پی یا متحدہ قومی موومنٹ، سب کا قبلہ واشنگٹن ہے۔ تاہم ان کی حب الوطنی کو بہر حال چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔ ان جماعتوں کو ہر حال میں چوکنا رہنا چاہئے کہ وہ پاکستان دشمن قوتوں کے شکنجے میں نہ پھنسیں۔

دوسری جانب، کراچی کی بدقسمتی ہے کہ یہاں مذہبی فرقہ واریت کو بھی ہوا دینے کی کوشش کی جارہی ہے اور بیک وقت شیعہ سنی اور دیوبندی بریلوی گروپ کو لڑانے کی کوششیں جاری ہیں۔ شیعہ سنی کو لڑانے کی سازش کا آغاز تو 28 مئی کو اورنگی ٹاؤن میں ہنگاموں سے ہوا جو الحمدللہ ناکام رہا۔ اب دیوبندی اور بریلوی گروپوں کو تصادم کی راہ پر ڈالا جارہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کچھ نادیدہ قوتیں خواہ ان کا تعلق اندرون ملک سے ہو یا بیرون ملک سے، کراچی میں کسی بھی بہانے فسادات کروا کر ملک کے اس معاشی حب کو مفلوج کرنا چاہتی ہیں۔ حکومت، سیاسی اور مذہبی جماعتوں سمیت عوام کو مل کر اس سازش کو ناکام بنا دینا چاہئے۔ اس میں حکومت اور اس کی اتحادی جماعتوں کا رول سب سے اہم ہے۔ دوسرے نمبر پر مذہبی سیاسی جماعتیں ہیں جنہیں حالات کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے اپنی پالیسیوں میں مناسب تبدیلی لانی چاہئے، تاکہ کسی قسم کے تصادم کی کوشش کو ناکام بنایا جاسکے۔ عوام کو بھی اس معاملے میں اپنا کردار ادا کرنا چاہئے کیونکہ فسادات کی صورت میں سب سے زیادہ نقصان انہیں کا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ وطن عزیز کو اندرونی اور بیرونی سازشوں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام

رجوع الی القرآن کورسز (پارٹ I اور II) میں داخلے جاری ہیں!

تعلیم یافتہ حضرات کے لیے قرآن حکیم کو سمجھنے اور فہم دین کے حصول کا سنہری موقع

یہ کورسز بنیادی طور پر تعلیم یافتہ افراد کے لیے ترتیب دیے گئے ہیں تاکہ وہ حضرات جو کم از کم انٹرمیڈیٹ کی سطح تک اپنی دنیاوی تعلیم مکمل کر چکے ہوں اور اب بنیادی دینی تعلیم بالخصوص عربی زبان سیکھ کر فہم قرآن کے حصول کے خواہش مند ہوں ان کورسز کے ذریعے ان کو ایک ٹھوس بنیاد فراہم کر دی جائے۔ طلبہ کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے کورسز کو دو دو سمسٹرز میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہفتے میں پانچ دن روزانہ صبح کے اوقات میں تقریباً پانچ گھنٹے تدریس ہوگی۔ ہفتہ وار تعطیل ہفتہ اور اتوار کو ہوگی۔

نصاب (پارٹ I)

1. عربی صرف و نحو
2. ترجمۂ قرآن (تقریباً پانچ پارے)
3. آیات قرآنی کی صرفی و نحوی تحلیل (تقریباً دو پارے)
4. قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی (منتخب دروسِ قرآن)
5. تجوید و حفظ
6. مطالعۂ حدیث
7. اصطلاحاتِ حدیث
8. اضافی محاضرات

نصاب (پارٹ II)

1. مکمل ترجمۃ القرآن (مع تفسیری توضیحات)
2. مجموعۂ حدیث
3. فقہ
4. اصولِ تفسیر
5. اصولِ حدیث
6. اصولِ فقہ
7. عقیدہ
8. عربی زبان و ادب
9. اضافی محاضرات

- اس سال کلاسز کا آغاز 21 ستمبر سے ہوگا
- داخلہ کے خواہشمند خواتین و حضرات 20 ستمبر کو صبح دس بجے انٹرویو کے لیے قرآن اکیڈمی تشریف لائیں
- پارٹ II میں خواتین کی شرکت کا انتظام نہیں ہے

نوٹ: پارٹ I میں داخلے کے لیے انٹرمیڈیٹ پاس ہونا اور پارٹ II میں داخلے کے لیے رجوع الی القرآن کورس (پارٹ I) پاس کرنا لازمی ہے

کورسز کے تفصیلی پراسپکٹس درج ذیل پتہ سے حاصل کریں:

ناظم شعبہ تدریس
قرآن اکیڈمی
K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 35869501-3
email:irts@tanzeem.org

طالبان کے بغیر افغانستان میں حکومت نہیں بن سکتی

پاکستانی طالبان کا مسئلہ امریکہ کی سازش ہے، 2004 سے قبل کسی قبائلی نے گولی نہیں چلائی

طالبان کے خلاف فوجی آپریشن غلط ہو رہا ہے، لیکن فوج حکومت کا فیصلہ مان رہی ہے

پرویز مشرف پر حملہ ان کی یونٹ کے لوگوں نے کیا، انہوں نے سینکڑوں قبائلی مار دیئے

سابق آرمی چیف جنرل (ر) **مرزا اسلم بیگ** کی ایکسپریس نیوز کے پروگرام 'فرنٹ لائن' میں گفتگو

سابق آرمی چیف جنرل ریٹائرڈ مرزا اسلم بیگ نے کہا کہ جنرل ضیاء الحق کے دور میں افغان جنگ میں امریکا کی حمایت کرنا غلط اقدام تھا۔ اس کے بعد جب امریکا نے افغانستان پر حملہ کر کے قبضہ کرلیا تو اس موقع پر مشرف کی امریکی حمایت کی پالیسی بھی غلط تھی اور اس غلط پالیسی کا نتیجہ آج ہم بھگت رہے ہیں۔ ایکسپریس نیوز کے پروگرام ''فرنٹ لائن'' میں اظہار خیال کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ تاثر غلط ہے کہ اس وقت پاکستان کے پاس افغان جہاد کے دوران امریکی حمایت کرنے کے علاوہ کوئی اور آپشن نہیں تھا۔ پاکستان کے پاس کھلا آپشن یہ تھا کہ ہم فاٹا سمیت اپنی سرحدوں کی حفاظت کرتے جو اس سے پہلے کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ امریکا حقائق مدنظر رکھے تو افغانستان کا مسئلہ حل کرنے میں مشکل درپیش نہیں۔ اب تو امریکا اور اس کے اتحادی یہ جنگ ہار چکے ہیں جبکہ طالبان نے یہ جنگ جیت لی ہے۔ افغانستان میں اس وقت تک کوئی حکومت اور کوئی بھی اقتدار نہیں چل سکتا جب تک طالبان کو اس میں شامل نہ کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستانی طالبان ہمارے قبائلی لوگ ہیں، یہ طالبان نہیں ہیں۔ یہ مسئلہ افغانستان اور امریکہ کی طرف سے سازش کے نتیجے میں کھڑا ہوا ہے۔ 2004ء سے قبل ایک بھی قبائلی نے پاکستان کی طرف اپنی بندوق کا رُخ کر کے گولی نہیں چلائی تھی۔ انہوں نے کہا کہ 2004ء میں مشرف پر راولپنڈی میں دو حملے ہوئے۔ اِن حملوں میں مشرف کی اپنی کمانڈو یونٹ کے اہلکار، پاک فضائیہ کے اہلکار اور مشرف کی اپنی سیکیورٹی کے لوگ ملوث تھے۔ ان میں سے 5 لوگ پکڑے گئے اور ان کو پھانسی بھی دے دی گئی لیکن امریکا نے کہا کہ ان حملوں کا ماسٹر مائنڈ وزیرستان میں ہے۔ یہیں سے یہ فتنہ شروع ہوا اور مشرف اس بات کے قائل ہو گئے کہ ماسٹر مائنڈ وزیرستان میں ہے اور اس سے انتقام لینا ہے۔ انہوں نے فوج سے حملہ کروایا جس میں 700 بے گناہ قبائلی مارے گئے۔ قبائلیوں نے پلٹ کے حملہ کیا تو ہمارے 750 فوجی مار دیئے۔ اس وقت سے یہ دہشتگردی چل رہی ہے۔ اسلم بیگ نے کہا کہ کچھ عرصہ قبل فاٹا میں طالبان نے ہمارے 2 افسروں کو پکڑ لیا تھا۔ خالد خواجہ مارچ کے پہلے ہفتے میں پاک افغان سرحدی علاقے میں گئے، جہاں وہ حکیم اللہ محسود اور دیگر طالبان رہنماؤں سے ملے۔ وہاں ان کی ملاقات افغان طالبان رہنماؤں سے بھی ہوئی تھی، جنہوں نے خالد خواجہ کو بہت سی معلومات فراہم کیں جو انہوں نے مجھے آ کر بتائیں اور حکومت پاکستان کو پہنچائیں۔ خالد خواجہ افغان طالبان کے مطالبات بھی لے کر آئے تھے کہ ہم پاکستانی حکومت کے ساتھ معاملات طے کرنے کو تیار ہیں لیکن اس کے لیے کوئی گارنٹی ہونی چاہیے۔ پھر خالد خواجہ نے مجھے بتایا کہ انہیں چینل فور کی جانب سے وڈیو بنانے کی اسائنمنٹ ملی ہے۔ میں نے انہیں سیکیورٹی کے خدشات سے آگاہ کیا لیکن ان کا کہنا تھا کہ مقامی طالبان انہیں مکمل سیکیورٹی مہیا کریں گے۔ پھر وہ کرنل امام کو ساتھ لے کر وزیرستان چلے گئے جہاں انہیں مقامی طالبان کے کسی گروپ نے شہید کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ ان لوگوں نے کرنل امام کو اس خوف کی وجہ سے نقصان نہیں پہنچایا کیونکہ کرنل امام ملا عمر کے استاد رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت طالبان کے خلاف فوجی آپریشن غلط ہو رہا ہے، لیکن فوج حکومت کا فیصلہ مان رہی ہے۔ فوج نے بار بار حکومت کو کہا ہے کہ ہم نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی ہے اور اب آپ لوگ اپنی ذمہ داریاں سنبھالیں لیکن حکومت ابھی ذمہ داریاں سنبھالنے کو تیار نہیں ہے۔ ایک سوال پر انہوں نے کہا کہ بینظیر بھٹو نے اپنے پہلے دور حکومت میں ایٹمی پروگرام کے متعلق پوری پالیسی ہی بدل دی تھی۔ ہم بینظیر بھٹو کو سیکیورٹی رسک سمجھتے ہوتے تو انہیں اقتدار کیوں ملتا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ مہران بینک اسکینڈل کا میرے دفتر سے کوئی تعلق نہیں۔ باقی تفصیلات سپریم کورٹ میں موجود ہیں۔ اسلم بیگ کا کہنا تھا کہ وزیراعظم لیاقت علی قتل ہوئے تو اس وقت سول حکومت تھی، اس قتل میں فوج ملوث نہیں تھی، پھر حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ آئی تو ذوالفقار بھٹو نے کیوں اس پر عمل نہیں کرایا، وہ کمزور وزیراعظم تو نہیں تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں دو مرتبہ عدالت میں پیش ہو چکا ہوں اور قانون کا احترام کرتا ہوں۔

> یہ تاثر غلط ہے کہ نائن الیون کے بعد پاکستان کے پاس افغان جہاد کے دوران
> امریکی حمایت کرنے کے علاوہ کوئی اور آپشن نہیں تھا

(بشکریہ روزنامہ 'ایکسپریس' کراچی)

روشن منزلوں کا حصول

ایاز میر

روزنامہ جنگ میں شائع ہونے والا زیرِ نظر کالم اُس انداز فکر اور سوچ کی نمائندگی کرتا ہے، جو ریاست پاکستان کا اسلام سے رشتہ یکسر کاٹ دینا چاہتی ہے۔ کالم کو اس لیے شاملِ اشاعت کیا جا رہا ہے کہ موجودہ شمارے کا اداریہ اسی کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ (ادارہ)

جوش ملیح آبادی ایک شعر میں لکھتے ہیں ''دانش کی مٹھاس شہد سے کہیں زیادہ میٹھی ہے۔ جاہل کے بیان کیے گئے سچ سے کہیں بہتر ایک عالم کی رائے ہے چاہے اس میں شبہ کا پہلو پایا جائے''۔ پاکستان کو استدلال و حکمت کا گڑھ ہونا چاہیے تھا، ایسا پاکستان کے اسٹریٹیجک محل وقوع کی وجہ نہیں بلکہ اس کا مختلف تہذیبوں کے سنگم پر واقع ہونا ہے۔ مگر فکر و دانش کے بجائے پاکستان عدم رواداری اور غیر منطقی فکر کا مرکز بن گیا۔ اسے برطانوی حکمرانوں کی کرم نوازی کہیے کہ ایشیا کے دیگر ممالک کے برعکس جمہوریت یہاں بہت پہلے پہنچ گئی۔ 1947ء تک دنیا کے واحد مسلم جمہوری ملک ترکی میں بھی مکمل جمہوریت نہیں تھی جبکہ دیگر اسلامی ممالک کو ابھی نوآبادیاتی دور سے نجات حاصل کرنا تھی۔ ہم دیگر مسلم ملکوں کے لیے ماڈل بن سکتے تھے مگر ایسا نہ ہو سکا۔ ہم نے منطق و استدلال کا رستہ چھوڑ دیا، یا پھر ہمارے اس دور کے رہنماؤں میں یہ صلاحیت ہی نہ تھی کہ وہ وسعت نظری کا مظاہرہ کر سکتے۔ ہم ستاروں پر کمند ڈال سکتے تھے مگر ہم نے امریکن سیٹلائٹ بننے میں ہی عافیت سمجھی۔ اس سے واحد تبدیلی ہم میں یہ آئی کہ امریکہ پر انحصار کرنے کی اپنی عادت سے چھٹکارا نہ پا سکے اور خود مختاری ہمیشہ کے لیے اس کے قدموں میں ڈال دی۔ قیام پاکستان کے وقت دو مختلف نظریات میں مسابقت چل رہی تھی، ایک قائد اعظم کا سیکولرازم، دوسرے وہ اسلامی نعرے جنہوں نے تحریک پاکستان میں تیزی پیدا کی۔ سیاسی مصلحتوں کے وجہ سے قائد اعظم کے پاس ان نعروں پر انحصار کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔ آزاد ملک حاصل کرنے کے بعد اگرچہ ان نعروں کی ضرورت ختم ہو گئی، تب ضرورت اس امر کی تھی کہ جدید جمہوری ری پبلک کی تشکیل پر توجہ مرکوز کی جاتی۔ مگر ہم نے اس کے برعکس کیا۔

ہر پالیسی کی ناکامی کے بعد مذہبی نعرہ بازی کو ہوا دی گئی۔ جب نئے آئین کی تشکیل پر تمام توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت تھی، ہم نے تمام تر توانائیاں قرارداد مقاصد نامی دستاویز پر صرف کر دیں۔ ہم نے ہمیشہ مستقبل کا صیغہ استعمال کیا، آج بھی کر رہے ہیں۔ قرارداد مقاصد کے اعلیٰ مقاصد کا برملا اظہار کرتے ہیں مگر حصول کے لیے کچھ نہیں کر رہے۔ تحریک پاکستان کی مخالفت اور قائد اعظم پر کڑی تنقید کرنے والے علمائے کرام نے 47ء کے بعد ایک فقید المثال یوٹرن لیا۔ وہ اچانک ہی نظریۂ پاکستان کے نگران بن گئے۔ وہ جنہیں بدفطرت قرار دینے کی ضرورت تھی، وہ پاکستان نام کے اس مندر کے سب سے بڑے پیشوا بن گئے۔ یہ رتبہ حاصل کرنے میں انہیں کوئی مشکل پیش نہ آئی۔ تحریک پاکستان کے سیکولر رہنما جنہیں قائد اعظم کے ورثے کی دعوے داری کرتے ہوئے جرأت کا مظاہرہ کرنا چاہیے تھا، مذہب کی اس آندھی میں خس و خاشاک کی طرح بہہ گئے۔ اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ نظریۂ پاکستان کی اصطلاح کو جنرل یحییٰ خان کے دور میں سند مقبولیت ملی حالانکہ عملی زندگی میں ان کا دین و مذہب سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ قوم کو متحد رکھنے میں ناکامی کے باوجود ہمارا معاشرہ مجموعی طور پر کھلے ذہن کا مالک تھا۔ تنگ نظری اور مذہبی عدم رواداری کا تصور کرنا بھی محال تھا جو آج ہمارے ہاں ایک معمول ہے۔ جنرل ضیاء کی اسلامائزیشن کے نتیجے میں مذہبی رواداری کے تمام دروازے آہستہ آہستہ بند ہوتے چلے گئے۔ پاکستان نام کے اس باغ کے تمام پھول مرجھا گئے، پتے جھڑ گئے، ویرانی ہر سو چھا گئی۔

جنرل ضیاء نے جو بیج بوئے، وقت کے ساتھ تناور درخت بن گئے جنہیں کاٹنا مشکل ہے جبکہ ان سے پیدا ہونے والا شر پسندی کا زہر آج کسی کے لیے حیران کن نہیں۔ افغانستان میں امریکہ کی لڑی جانے والی جنگ کا آغاز اسی دور میں ہوا۔ مشاہدہ قابل توجہ ہے کہ ضیاء راستے سے ہٹ جانے والی شخصیت نہ تھا۔ دراصل ضیاء اس عمل کی معراج تھا جو قرارداد مقاصد کی منظوری کے بعد پاکستان میں شروع ہوا۔ اگر ضیاء اچانک نمودار ہو کر اقتدار پر قابض نہ بھی ہوا ہوتا تب بھی قرارداد مقاصد کی منظوری کے بعد پاکستان کو جس راستے پر ڈال دیا گیا تھا، ضیاء جیسی کسی شخصیت کی تلاش ہماری ضرورت بن چکی ہوتی۔ قدرت نے ضیاء ہم پر مسلط کیا کہ قرارداد مقاصد کے منظوری کے بعد سے ہم اسی قابل رہ گئے تھے۔ مشرف دور کی آئینی ترامیم کا جائزہ لینے کے لیے بنائی گئی پارلیمانی کمیٹی کے پاس بہترین موقع تھا کہ دین کی خدمت کے نام پر ضیاء الحق کے نافذ کردہ قوانین کا بھی جائزہ لیتی۔ اس کے لیے جرأت و استقامت کی ضرورت تھی۔ مگر یہ موقع گنوا دیا گیا۔ عدم رواداری کے اس جال کو کیسے کاٹا جائے؟ ہم اپنی یونیورسٹیوں کو تنگ نظری، مذہبی منافرت اور تشدد کی آلائشوں سے پاک کر کے انہیں علم و تحقیق کے مراکز میں کیسے تبدیل کریں؟ کیسے ہم اختلاف رائے کو برداشت کرنے کی روایات کو اپنے معاشرے کا حصہ بنائیں، چاہے دوسروں کی رائے ہمارے بنیادی عقائد کے ہی خلاف کیوں نہ ہو؟

عدم رواداری کے عمل کو اس سطح تک پہنچانے میں ہم نے ساٹھ سال لگائے۔ موجودہ صورتحال فوری طور پر تبدیل کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں کیونکہ اس کوشش کا نتیجہ سخت ردعمل کی صورت میں ہمارے سامنے آئے گا جسے مذہبی تقدس بھی حاصل ہوگا۔ اپنی کتاب ''اسٹریٹیجی'' میں بالواسطہ لائحہ عمل کا ذکر کرتے ہوئے لیڈل ہارٹ لکھتے ہیں ''یہ بات واضح طور دیکھنے میں آئی کہ ذہنی فکر پر اثرانداز ہونے کی براہ راست کوشش نے عموماً منفی نتائج دیئے''۔ پاکستان کو عدم رواداری کی اندھیرے سے نکالنے اور قائد اعظم کے سیاسی ورثے کو رائج کرنے کی اگر سنجیدہ کوشش کی جاتی ہے تو اس میں کامیابی کے لیے ہمیں کم سے کم مزاحمت کا راستہ اختیار کرنا پڑے گا۔ اس کوشش کو کامیاب بنانے کے لیے سیکولرازم کی اصطلاح کے استعمال سے گریز ضروری ہے کیونکہ ہمارے خودساختہ فرشتوں کی فوج سب سے زیادہ اس لفظ پر چراغ پا ہوتی ہے، سب سے بڑھ اس کے لفظی مطلب سے ہماری اکثریت نا آشنا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے

پارلیمانی کمیٹی کے بجائے اعلیٰ تعلیم یافتہ علماء اور مشائخ پر مشتمل کمیٹی بنائی جائے جو اپنی سفارشات مرتب کرے۔ ان کی سفارشات کی حتمی منظوری تک آئین سمیت پاکستان کے تمام قوانین کو ضیاء بغاوت سے پہلے کی صورت میں بحال کر دیا جائے۔ اس قسم کی تبدیلی سے کئی غیر ضروری قوانین جن میں حدود آرڈیننس، توہین رسالت کے قوانین اور آئین کے آرٹیکلز 62، 63 وغیرہ شامل ہیں، ازخود ختم ہو جائیں گے۔ لوگ آزاد فضا میں سانس لینا اور اس بند معاشرے کے دروازے ازخود کھلنا شروع ہو جائیں گے۔ مدارس میں تعلیمی اصلاحات کا زور و شور سے ذکر کیا جاتا ہے۔ آج کے جو حالات ہیں، ان پر بات کرنا آسان جبکہ عمل درآمد مشکل ہے۔ اس کے لیے ہمیں بڑی سطح پر تبدیلی لاتے ہوئے سہ رخے تعلیمی نظام کو بدلنا ہے۔ اردو میڈیم، انگلش میڈیم اور مدارس کے نصاب کا مکمل خاتمہ کر کے ایک ہی نصاب تعلیم رائج کرنا ہے تاکہ ہر امیر و غریب، محروم اور مراعات یافتہ خاندانوں کے بچوں کا نصاب اور ذریعہ تعلیم ایک ہو۔ تعلیم ہر خاص و عام کے لئے لازمی ہو اور اس کے اخراجات ریاست برداشت کرے۔ بہتر ہوگا کہ تعلیم کے بجٹ کے لیے زیادہ سے زیادہ وسائل مختص کیئے جائیں۔

پاکستان ان ملکوں میں شامل ہے جہاں 18 سال سے کم عمر آبادی کی شرح زیادہ ہے۔ اس ملک کے لاکھوں بچے ایسے ہیں جنہیں اسکول جانے کا کبھی موقع نہیں ملتا۔ ہمارا شمار کیسے ترقی یافتہ ملکوں میں ہو سکتا ہے جبکہ ہم نے اپنی افرادی قوت کو اس کے لیے تیار کرنے میں ہی ناکام ہیں، اس حقیقت کے باوجود کہ قرآن میں حصول علم پر سختی سے زور دیا گیا ہے۔ چین نے غیر معمولی ترقی کی منزلیں ایک دن میں طے نہیں کیں۔ انقلاب چین کی ترجیحات میں ناخواندگی کا خاتمہ اور تعلیم کا فروغ سرفہرست تھا۔ چین کے یہی اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد آج ملکی معیشت کی ڈرائیونگ سیٹ پر ہیں اور انہی کی کوششوں سے چین ایک سپر پاور بنا۔ بھارت نے بھی تعلیم کے شعبے میں بھاری سرمایہ کاری کی اور آج اس کے ثمرات سمیٹ رہا ہے۔ ہم نے ہمیشہ مشکل فیصلے کرنے سے گریز کیا جس کا خمیازہ ہم بھگت بھی رہے ہیں۔

مذہبی انتہا پسندی کے خلاف جنگ اس چیلنج کا صرف ایک پہلو ہے، درحقیقت ہمیں خود پر مسلط کردہ چند خود ساختہ روایات سے ہی نجات حاصل نہیں کرنی بلکہ اس سوچ کا بھی خاتمہ کرنا ہے جو انتہا پسندی کی اصل روح ہے۔

دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

اسرائیل کی دہشت گردی کے خلاف تنظیم اسلامی حلقہ جات کراچی شمالی و جنوبی کا مظاہرہ

غزہ کے محصور فلسطینیوں کی امداد کے لیے جانے والے پر امن امدادی قافلہ پر اسرائیل کے وحشیانہ حملے کے خلاف تنظیم اسلامی کے حلقہ جات کراچی شمالی و جنوبی کے زیر اہتمام کراچی پریس کلب کے سامنے 2 جون بروز بدھ ایک احتجاجی مظاہرہ کیا گیا، جس سے تنظیم اسلامی کے دونوں حلقوں کے مدرسین کے علاوہ امیر تنظیم حافظ عاکف سعید صاحب نے بھی خطاب کیا۔

رفقاء کی ایک بڑی تعداد مقررہ وقت سے قبل ہی کراچی پریس کلب پہنچ گئی تھی۔ سہ پہر تین بجے پریس کلب کے سامنے رفقاء نے پلے کارڈز، بینرز اور ڈسپلے کے ذریعے احتجاج کا آغاز کیا۔ یہ خاموش مظاہرہ مثالی نظم و ضبط کے ساتھ 40 منٹ تک جاری رہا۔ اس دوران صحافیوں، عام افراد اور رفقاء کی ایک بڑی تعداد جمع ہو گئی۔ جس کے بعد ایک ٹرک پر بنے اسٹیج سے عامر خان نے پروگرام کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ دنیا پر یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ اصل دہشت گرد کون ہے، اسرائیل اور اس کے سرپرست امریکہ نے ہمیشہ ریاستی دہشت گردی کی ہے اور دونوں نہتے پُر امن مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کے ایجنڈے پر عمل پیرا ہیں۔ پُر امن امدادی قافلہ پر اسرائیل کا حملہ اور اس پر امریکہ کی حمایت کوئی اچھنبے کی بات نہیں ہے۔ اس کے بعد شجاع الدین شیخ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امت مسلمہ ایک جسد واحد کی طرح ہے۔ کسی ایک حصہ پر زخم لگے تو اس کی تکلیف پورا جسم محسوس کرے گا۔ آج ہم اسی لیے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ غزہ کے بے بس اور مجبور مسلمانوں کی امداد کے لیے جانے والے قافلے پر ہونے والے حملہ کو ہم پوری امت مسلمہ پر حملہ تصور کرتے ہیں۔ آج دنیا پر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ کون ظالم ہے اور کون مظلوم ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس ظالمانہ کارروائی نے نہ صرف اسرائیل بلکہ امریکہ کا چہرہ بھی بے نقاب کر دیا ہے۔ لیکن صرف مظاہروں سے بات نہیں بنے گی۔ بلکہ ہم عالمی برادری بالخصوص مسلمان ممالک کے حکمرانوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ آگے بڑھ کر امریکہ سے دوٹوک بات کی جائے اور ان کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے، یہاں تک کہ وہ فلسطین، عراق، افغانستان اور دنیا بھر میں مسلمانوں کے خلاف ہونے والے اقدامات سے ہاتھ روک لیں۔ اس کے بعد حلقہ کراچی جنوبی کے امیر حافظ نوید احمد صاحب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج اسرائیل کو یہ جرأت اس لیے ہو رہی ہے کہ امت مسلمہ خانوں میں بٹی ہوئی ہے۔ مسلمان حکمرانوں نے دین کو نافذ کرنے کی بجائے جمہوری نظام اور سامراجی نظام نافذ کیا ہے۔ سود، بے پردگی، بے حیائی اور اللہ کی حدود سے انحراف مسلمانوں کی پستی کی اصل وجہ ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ یہود و نصاریٰ تمہارے دوست نہیں ہو سکتے، مگر ہم نے ان کو اپنا دوست ہی نہیں بلکہ آقا بنا رکھا ہے۔ اگر آج امت مسلمہ نظام خلافت پر متحد ہو جائے تو پھر کسی کو ہم پر جارحیت کی ہمت نہ ہوگی۔ انہوں نے حوالہ دیا کہ جب خلافت کا نظام موجود تھا تو دیبل کی بندرگاہ پر ایک مسلمان خاتون کی فریاد پر خلیفۂ وقت نے اس کی مدد کی خاطر محمد بن قاسمؒ کو سندھ روانہ کیا، جس کے بعد سندھ کو "باب الاسلام" کا اعزاز ملا۔ اصل کوتاہی ہماری ہے۔ ہم اگر آج بھی توبہ کر لیں اور اپنی ذاتی زندگی میں دین نافذ کر دیں، اس کی دعوت دوسروں تک پہنچائیں اور اس کو قائم کرنے کی جدوجہد میں اپنا حصہ ڈالیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ مسلمانوں کی عظمت رفتہ کا دور لوٹ نہ آئے اور حقیقت تو یہ ہے اسلام نے تو غالب ہونا ہے۔ یہ تو ہماری ضرورت ہے کہ ہم اس جدوجہد میں لگ جائیں۔

اس کے بعد امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب نے مظاہرین، حاضرین اور صحافیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ امدادی قافلے پر اسرائیل کا حملہ بدترین دہشت گردی، درندگی اور یہودیوں کے اخلاقی دیوالیہ پن کا ثبوت ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہود نے تکبر اور حسد کی بنا پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا آغاز ابتدائے اسلام سے ہی کر دیا تھا، لیکن اُن کی ساری سازشیں ناکام ہوئیں اس لیے کہ اللہ کے رسول ﷺ اور آپ ؐ کے صحابہ کرام ؓ کا سارا توکل اللہ پر تھا اور وہ اسے ہی اپنا مولا اور کارساز سمجھتے تھے۔ ہمارے حکمران اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو مانتے تو ہیں، لیکن ان کا سارا توکل امریکہ پر ہے اور انہوں نے واشنگٹن کو اپنا قبلہ بنا رکھا ہے۔ ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ تمام مسلم ممالک اسرائیل کے ساتھ سفارتی، معاشی اور اقتصادی تعلقات منقطع کر لیں۔ قرآن و سنت سے رہنمائی لیتے ہوئے اُمت کا ہر فرد حقیقی معنوں میں اللہ کا بندہ بنے اور سب مل کر اسلام کے عادلانہ نظام خلافت کے قیام کی جدوجہد کے لیے اپنا تن من دھن لگا دیں۔ ہمارا اصل جرم یہ ہے کہ دنیا میں 57 مسلم ممالک ہونے کے باوجود کسی خطۂ زمین پر بھی ہم نے اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ نظام عدل اجتماعی نافذ نہیں کیا۔ جس کی پاداش میں ذلت و خواری ہم پر مسلط ہو چکی ہے۔

دعا پر اس پروگرام کا اختتام ہوا۔ اس پروگرام میں تقریباً 350 رفقاء نے شرکت کی۔ اس کے علاوہ 150 کے قریب عام افراد نے بھی مقررین کو دلچسپی کے ساتھ سنا اور رابطہ کر کے پسندیدگی کا اظہار کیا۔ مظاہرے کے اختتام پر دو پرائیویٹ ٹی وی چینلز نے امیر محترم سے مختصر انٹرویو بھی کیا جو بعد ازاں ٹی وی پر نشر ہوا۔

(مرتب: عطاء الرحمٰن عارف)

Israel is a clear and present danger to the peace and stability of our world.

This is not about Palestinians' rights or their never-ending persecution at the hands of a racist, evil state any more. This is now about the shared future of our world. Israeli policies have become a cancer not just for the Middle East but the entire civilized world. They have emerged as the greatest challenge to all that we have come to believe in and respect: peace, justice, freedom, respect for the basic rights and the rule of law. If the international community does not act now, it will pay a huge price --- perhaps even higher than it paid in the last two Great Wars. It's time to save the world from Israel and save the Zionist state from its own destructive self.

The terror on high seas has understandably outraged the world. This outrage of the global conscience must be channeled to confront the Zionist regime and end the seven decades of suffering of Palestinian people. Just as the Soweto massacre gave birth to a global movement against the Apartheid regime in South Africa, eventually leading to its overthrow, this latest Israeli outrage and the sacrifices of numerous soldiers of peace must unleash an international movement against the Zionist oppression.

Tide has already turned against Israel, manifesting itself in millions of people around the world coming out on the streets, from Toronto to Tokyo, in spontaneous protests following the attack on the Gaza aid mission. It's these voices of conscience that may have forced Israel's European friends to condemn the terror on high seas in unequivocal terms.

Now President Barack Obama and his fellow Americans have to decide where they stand. Are they on the side of justice, freedom and an individual's right to live with dignity or are they on the side of Israel, no matter how many innocents it kills and no matter what new lows of degeneracy it plumbs in its hubris? Is President Obama willing to stand up for what he believes in? Or would he rather play safe to end up as yet another wimp in the White House dancing to Israel's tunes? Whatever he eventually does, he must remember British historian and intellectual Edmund Burke's warning: "All it takes for evil to triumph is for good men to do nothing."

Are you going to act now, Mr. President, or you too have chosen to "do nothing" like so many of your predecessors? (*Courtesy: daily "The News"*)

حلقہ بہاولنگر کے زیراہتمام منعقدہ ساتویں اور آٹھویں 15 روزہ کورسز کی روداد

ماہ اپریل میں حلقہ میں دو مقامات پر 25 روزہ فہم دین کورسز منعقد کیے گئے۔ یہ پروگرام قرآن اکیڈمی مسجد جامع القرآن ہارون آباد میں اور سمیع اللہ فاؤنڈیشن ہائی سکول بہاولنگر میں بالترتیب فجر اور مغرب کے بعد ہوئے۔ کورسز کی تشہیر کے لیے وسیع پیمانے پر ہینڈ بلز تقسیم کیے گئے، جس کے نتیجے میں ہارون آباد کے پروگرام میں 18 افراد نے شرکت کی جبکہ بہاولنگر میں ہونے والے کورس میں 56 مرد و خواتین شریک ہوئے۔ وقفہ کے دوران شرکاء کی چائے سے تواضع کی جاتی۔ کورس کے نصاب میں سورۃ البقرہ (مکمل)، منتخب احادیث، تجوید، اہم دینی موضوعات، نماز اور مسنون دعائیں (مع ترجمہ) شامل تھیں۔ اِن کورسز کے اختتام پر 8 مرد اور 5 خواتین نے تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔ یہ کورسز 7 مئی کو اپنے اختتام کو پہنچے۔ اللہ ہمیں دین پر ثابت قدمی عطا فرمائے۔ آمین

(رپورٹ: محمد رضوان عزمی)

حلقہ لاہور میں نئے شامل ہونے والے رفقاء سے تعارفی نشست

21 مئی بروز جمعہ بعد نمازِ عصر مسجد خدیجۃ الکبریٰ شیخوپورہ میں حلقہ لاہور میں نئے شامل ہونے والے رفقاء کی امیر حلقہ سے تعارف کی نشست ہوئی۔ امیر تنظیم اسلامی شیخوپورہ قیصر جمال فیاضی نے امیر حلقہ سے درخواست کی کہ شیخوپورہ کے رفقاء کے لئے لاہور میں نئے رفقاء کے تعارفی پروگرام میں شرکت کرنا بہت مشکل ہے، لہٰذا ایک پروگرام شیخوپورہ میں بھی رکھ لیا جائے۔ امیر حلقہ نے اس تجویز سے اتفاق کیا، اور فیصلہ کیا کہ 21 مئی کو مسجد خدیجۃ الکبریٰ شیخوپورہ میں یہ تعارفی پروگرام منعقد کیا جائے، جس میں شیخوپورہ کے رفقاء کے علاوہ لاہور سے بھی 10 نئے رفقاء بھی شرکت کریں۔ اس اجتماع میں لاہور سے رفقاء کی شرکت کو یقینی بنانے کے لئے 3 مراحل میں کام کیا گیا۔ پہلے مرحلے میں دفتر حلقہ سے منتخب رفقاء سے فون پر رابطہ کر کے اُن کی پروگرام میں شرکت کے بارے میں رضامندی حاصل کی گئی۔ دوسرے مرحلے میں متعلقہ امراء کو رفقاء کی پروگرام میں شرکت یقینی بنانے کے لیے اُن سے رابطہ کی ہدایت کی گئی۔ تیسرے مرحلے میں جمعہ کے دن دفتر حلقہ سے رفقاء کو دوبارہ یاددہانی کروائی گئی۔

پروگرام کا آغاز بعد نمازِ عصر ہوا۔ سب سے پہلے امیر حلقہ نے اپنا تعارف کرایا۔ بعد ازاں اُن کی ہدایت پر پروگرام میں شامل ہونے والے رفقاء نے نام، تعلیم، رہائش اور تنظیم میں کب شامل ہوئے؟ کے عنوانات کے تحت اپنا تعارف کرایا۔ اس کے بعد حماد خالد نے فرائض دینی کا جامع تصور کے حوالے سے گفتگو کی۔ اس دوران نماز مغرب کا وقت ہو گیا۔ نماز کے بعد حماد خالد نے اپنے موضوع پر گفتگو آگے بڑھائی۔ پونے آٹھ بجے اُن کے بیان کا اختتام ہوا۔ اس کے بعد امیر حلقہ نے شرکاء کے سوالوں کے جواب دیئے۔ بعد ازاں محسن محمود نے رفقاء کے اوصاف اور ذاتی احتسابی یادداشت کے حوالے سے گفتگو کی۔ بعد نمازِ عشاء اجتماعی کھانے کے بعد پروگرام کا اختتام ہوا۔

(مرتب: وقاص احمد)

آیئے! قرآن مجید سے نصیحت حاصل کریں (اہلیت انٹرمیڈیٹ)

پندرہ روزہ کورس (کُل وقتی)

انشاءاللہ 5 جولائی تا 19 جولائی 2010

نوٹ دوران کورس قیام وطعام ادارہ کے ذمہ ہوگا

زیر نگرانی ڈاکٹر عبدالسمیع

مضامین

تجوید	عربی زبان کا تعارف	قرآن حکیم کے منتخب مقامات
منتخب احادیث	بنیادی دینی موضوعات	روزمرہ کے مسائل
سیرت النبی ﷺ	قصص الانبیاء	اقبالیات

مزید معلومات اور رجسٹریشن کے لیے 041-8520869,0321-7805614 faisalabad@tanzeem.org

بمقام: قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر 2 فیصل آباد

AIJAZ ZAKA SYED

SAVE THE WORLD FROM ZIONISM

Just when you think Israel cannot descend any lower, it surprises you with ever new depths of depravity. If anyone ever needed any more evidence about the absolutely evil, sick and homicidal nature of this regime, they got it last week. And if anyone still nurtured innocent hopes of peace and Israel's commitment to the peace process, dialogue, two-state solution and all that balderdash, Israel showed them what it thinks of their fond hopes and aspirations.

When Huwaida Arraf, the fiery spirit behind the Free Gaza campaign and co-founder of the International Solidarity Movement for Palestine, paid us a visit in Dubai last year with her equally committed husband Adam Shapiro, a Pakistani colleague and friend of mine who met and interviewed Huwaida with me, eagerly requested to be made part of her next aid mission to Gaza.

Huwaida, obviously uninitiated into the complexities of India-Pakistan relationship, promptly offered to put her on an Indian ship, saying some Indian friends were planning to join the Free Gaza mission with their own boat. My Pakistani friend, ever proud of her national identity, was horrified at the suggestion. Nonetheless, she really wanted, like so many of us, to be part of the mission to break the inhuman siege of Gaza and its long suffering people. “It would be a great honour to die saving Palestinian lives,” said my friend, almost breathless with emotion. I nodded in agreement. Little did we realise then the seriousness of our words and the dangerous nature of the mission undertaken by Huwaida, still in Israeli detention, and numerous other peace activists and conscience keepers of the world. Perhaps not even those 700 plus noble souls on board the Freedom flotilla who defied great odds and put their own lives on the line to save those imprisoned in Gaza ever suspected that Israel could go to the extent of attacking ships full of peace activists and humanitarian aid, especially when those on board included top international journalists and prominent personalities from 32 countries.

But when you are dealing with Israel anything is possible. Ask the Palestinians. The history of the state whose very birth was soaked in innocent blood is replete with unprecedented crimes against the Palestinian people and crimes against humanity that would even shame the Nazis. From Dair Yassin massacre to the mass slaughter of Palestinian refugees in Sabra and Shatila camps in Lebanon, and from the Jenin refugee camp carnage to the total destruction of Gaza in 2008-09, Israel sets a new precedent with every new atrocity. Every crime appears to create a new history of oppression and abuse of human dignity. But what the Israelis have done this time around is shocking even from their own standards.

Even Nazis and the most depraved mass murderers in history respected certain red lines. They spared international peacemakers, the Red Cross and relief agencies. But then when it comes to the state of Israel there are no red lines. Nothing is sacrosanct. Everything and everyone is fair game.

From the shock-and-awe attack on the USS Liberty, a battleship belonging to its own ally, friend and protector that killed scores of US marines, to this assault on the Gaza relief flotilla killing 19 peace activists, most of them from another ally and friend, Turkey, Israel routinely kills at will and casually annihilates everyone and everything in its way. More important, it always gets away with murder, just as it did earlier this year in Dubai using the passports and identities of people belonging to friendly countries to assassinate a top Hammas commander.

The question is how long will this go on? When is enough, enough for Israel's protectors and the international community? How long can a tiny state with the population less than that of New York hold the entire world hostage? Just like in those Hollywood features when a couple of lunatics hijack a plane full of passengers threatening to blow it up in air, Israel has hijacked our world and threatens to destroy it with its reckless actions and dangerous policies. Unless someone comes forward to take control of the plane before it blows up in air or crashes down to the ground, you can be as sure as hell we are all headed for the certain doom.

The brazen attack on the Freedom flotilla carrying 10,000 tones of food, medicines and other essentials to a starving, desperate population in Gaza is the plainest sign yet --- if anyone ever needed it --- that

بیابہ مجلسِ اسرار

نظامِ خلافت کے قیام سے کیا تبدیلی آئے گی؟

ہمارے ہاں دینی جماعتوں اور حلقوں میں خلافت اور اسلامی نظام کی بات تو بہ تکرار کی جاتی ہے، مگر بالعموم اس امر کی وضاحت بہت کم ہوتی ہے کہ نظام خلافت کے قیام سے اجتماعی سطح پر کیا تبدیلی آئے گی۔ اس نظام کے خدوخال کیا ہوں گے۔ اس کی توفیق اللہ تعالیٰ نے بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم کو عطا فرمائی۔ انہوں نے اپنے خطباتِ خلافت اور اسلامی نظام پر اپنی تقریروں میں اس نقطے کو خوب کھول کر بیان کیا۔ (ادارہ)

جب ایک عظیم عوامی تحریک اور انقلابی جدوجہد کے ذریعے اسلامی انقلاب آجائے گا اور نظامِ خلافت قائم ہو جائے گا تو اس کے نمایاں خدوخال حسب ذیل ہوں گے:

1۔ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت مطلقہ کا جو اقرار "قرارداد مقاصد" میں موجود ہے، اس کے عملی نفاذ کے لیے قرآن و سنت رسولﷺ کی غیر مشروط اور بلا استثناء بالادستی جو نظام اور قانون دونوں پر حاوی ہو۔ اور اس کے ضمن میں یہ غیر مشروط اور غیر مبہم صراحت کہ جہاں قانونِ اسلامی کی تدوین نو اور اجتہاد کا عمل پارلیمنٹ یا مجلس ملی کے ذریعے ہوگا، وہاں ملک کی اعلیٰ عدالتوں کو اختیار ہوگا کہ جس قانون کو کلی یا جزوی طور پر قرآن و سنت کی حدود سے متجاوز سمجھیں اسے کالعدم قرار دے دیں۔

2۔ مخلوط قومیت کی نفی — جس کے نتیجے میں خلیفہ کے انتخاب اور قانون سازی کے عمل میں صرف مسلمان شریک ہوں گے اور اس کے لیے ووٹ کا حق تو اگرچہ ہر بالغ مسلمان مرد اور عورت کو حاصل ہوگا لیکن انتخاب میں حصہ صرف ایسے مسلمان مرد لے سکیں گے جن کا کردار مشتبہ نہ ہو۔ جبکہ غیر مسلموں کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کی پوری ذمہ داری قبول کی جائے گی اور انہیں عقیدہ و عبادت کے ساتھ ساتھ پرسنل لاء میں مکمل آزادی کی ضمانت دی جائے گی۔

3۔ خلیفہ کا انتخاب بلاواسطہ پورے ملک کے مسلمان کریں گے اور اسے پارلیمنٹ یا مجلس ملی یا مجلس شوریٰ کی اکثریت کا محتاج نہیں بنایا جائے گا بلکہ موجودہ دنیا کے معروف صدارتی نظام کے مانند ایک متعین مدت کے لیے وسیع انتظامی اختیارات دیے جائیں گے۔

4۔ صوبائی عصبیت کی لعنت کے خاتمے اور عوام کی انتظامی سہولت کے لیے صوبے چھوٹے چھوٹے بنائے جائیں گے اور انہیں زیادہ سے زیادہ حقوق و اختیارات دیے جائیں گے۔ اس مقصد کے لیے موجودہ کمشنریوں کو بھی صوبوں کا درجہ دیا جا سکتا ہے اور یہ بھی طے کیا جا سکتا ہے کہ دوسرے جغرافیائی، لسانی اور ثقافتی عوامل کو پیش نظر رکھتے ہوئے صوبے اس طرح تشکیل دیے جائیں کہ کسی بھی صوبے کی آبادی ایک کروڑ سے زائد نہ ہو!

5۔ سود اور جوئے کے کامل انسداد کے ذریعے معیشت کی تطہیر — اور اس کی بجائے شراکت اور مضاربت کے اصولوں پر نئے تجارتی اور صنعتی ڈھانچے کی تشکیل۔

6۔ حضرت عمرؓ کے اس اجتہاد کی بنیاد پر ایک بالکل نیا بندوبست اراضی کہ جو علاقے مسلمانوں نے کسی بھی وقت بزورِ شمشیر فتح کیے، ان کی اراضی "عشری" یعنی انفرادی ملکیت نہیں، بلکہ "خراجی" یعنی اجتماعی ملکیت ہیں جن کے کاشتکار خواہ مسلمان ہوں خواہ غیر مسلم، اسلامی حکومت کو براہِ راست خراج ادا کریں گے جس سے جاگیرداری اور غیر حاضر زمینداری کا بھی مکمل خاتمہ ہو جائے گا اور اضافی بونس یہ حاصل ہوگا کہ بہت سے ٹیکسوں سے نجات حاصل ہو جائے گی۔

7۔ نظامِ زکوٰۃ کی کامل تنفیذ — یعنی کُل اموالِ تجارت کی مجموعی مالیت کے اڑھائی فیصد کی وصولی جس سے کفالت عامہ (Social Security) کا پورا نظام — اور ہر شہری کے لیے روٹی، کپڑا اور مکان جیسی بنیادی ضروریات اور تعلیم اور علاج کی یکساں سہولتوں کی فراہمی کی ضمانت دی جا سکے گی۔

8۔ مکمل قانونی مساوات — جس میں خلیفۃ المسلمین اور مجلس ملی یا مجلس شوریٰ کے ارکان سمیت کسی کو بھی قانونی تحفظات حاصل ہوں گے نہ ترجیحی حقوق (Privileges)، اگرچہ مفاسد کے سدباب کے لیے غلط اور جھوٹے الزامات لگانے والوں کے لیے حدِ قذف پر قیاس کرتے ہوئے سخت تعزیری قوانین بنائے جا سکیں گے۔

9۔ شراب اور دوسری نشہ آور چیزوں کے مکمل استیصال کے لیے سخت تعزیراتی قوانین کا نفاذ!

10۔ مخلوط معاشرت کا سدباب — چنانچہ اصولی طور پر مردوں اور عورتوں کے جداگانہ دائرہ ہائے کار کی تعیین — اور عملی اعتبار سے تعلیم و تربیت اور علاج معالجے کے لیے کلیتاً جداگانہ ادارے، اور ضرورت پڑنے پر گھریلو صنعتوں کی ترویج حتیٰ کہ ایسے صنعتی اداروں کا قیام جس میں خواتین ہی کام کریں اور خواتین ہی نگرانی کریں اور ان کے اوقات کار بھی مردوں کے مقابلے میں کم ہوں — مزید برآں عفت و عصمت کی حفاظت اور قلب و نظر کی پاکیزگی کے لیے ستر اور حجاب کے شرعی احکام کی سختی سے تنفیذ!